ماہنامہ
جہدِ حق

پاکستان کمیشن
برائے انسانی حقوق

HRCP

Monthly JUHD-E-HAQ - August-2018 - Registered No. CPL-13

جلدنمبر25......شمارہ نمبر08 ...... اگست 2018

جبری گمشدگی کے شکار افراد کا بین الاقوامی دن

30 August

#DhoondKarLao#DhoondKarLao#DhoondKarLao
#DhoondKarLao#DhoondKarLao# **DhoondKarLao**

30 اگست 2018: ایچ آر سی پی نے ''جبری گمشدگی کے متاثرین کے عالمی دن'' کے موقع پر ملک کے مختلف حصوں میں پُر امن احتجاجی تقاریب، ریلیوں اور مظاہروں کا اہتمام کیا جن میں جبری گمشدگی کے متاثرین اور ان کے اہل خانہ سے اظہار یکجہتی کیا گیا اور ریاست سے جبری گمشدگیوں کے سلسلے کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا گیا

29 اگست 2018، اسلام آباد:

ایچ آر سی پی کی رپورٹ

''اظہار رائے کی آزادی پر پابندیاں''

کا اجراء کیا گیا

فہرست

پریس ریلیزیں 03

جبری گمشدگی کے عالمی دن پر ایچ آر سی پی کا ملک کے مختلف شہروں میں احتجاج 06

پاکستان میں اظہار رائے کی آزادی پر پابندیاں 09

ملک کو درپیش چیلنجز اور انتخابی نتائج۔ جنگ میں نہ چھپ سکنے والا 18

آپ کے بچے کا وین ڈرائیور کون ہے؟ جاننے کی کوشش کیجیے 19

عورتیں 25

بچے 27

صحت 28

قانون نافذ کرنے والے ادارے 29

خودکشی کے واقعات 30

اقدام خودکشی 33

جب تعیناتی سے قبل چیف جسٹس سے بطور ضمانت استعفیٰ مانگا گیا 34

جبری گمشدگی کے نتیجے میں تمام حقوق چھن جاتے ہیں

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے ایک بار پھر مطالبہ کیا ہے کہ حکومت جبری گمشدگیوں کو جرم قرار دے۔ آج جبری گمشدگیوں کے متاثرین کے عالمی دن پر جاری ہونے والے اپنے ایک بیان میں ایچ آر سی پی نے کہا، 'اگرچہ ہم جبری' گمشدہ' افراد اور ان کے عزیز و اقارب کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں، یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ انسانی حقوق کے تناظر میں دیکھا جائے تو 'لاپتہ افراد' کی اصطلاح استعمال کرنے سے اس معاملے کی اہمیت کم ہو جاتی ہے۔

'جبری گمشدگی سے مراد آزادی، تحفظ اور زندگی کے حق سے محرومی ہے۔ جبری گمشدہ ہونے والا فرد داد رسانی یا غیر انسانی یا تضحیک آمیز سلوک سے تحفظ اور ساتھ ہی شفاف ٹرائل یا مؤثر ریلیف کے حق مکمل طور پر محروم ہو جاتا ہے جبکہ اس کے عزیز و اقارب اور دیگر عام لوگ اس کا حال احوال جاننے کے حق سے محروم ہو جاتے ہیں۔

'سرکاری اعداد و شمار اور زمینی حقائق کے درمیان پائے جانے والے تضاد کے پیش نظر، ہمارے پاس اس وقت لاپتہ افراد سے متعلق معتبر اعداد و شمار موجود نہیں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ حکومت اس مسئلے کو نظر انداز کرنے کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ ایچ آر سی پی مطالبہ کرتا ہے کہ حکومت جبری گمشدگیوں کو ضابطہ تعزیرات کے تحت جرم قرار دے اور جبری گمشدگیوں سے متعلق تحقیقاتی کمیشن کی جگہ ایک عدالتی ٹریبونل تشکیل دے جو سپریم کورٹ کو جوابدہ ہو۔ جبری گمشدگیوں سے متعلق 2010ء کے عدالتی کمیشن کے حقائق کو منظر عام پر لایا جائے اور ان پر عمل درآمد کیا جائے۔ وقت کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ پاکستان تمام افراد کو جبری یا غیر رضا کارانہ گمشدگیوں سے تحفظ فراہم کرنے کے بین الاقوامی معاہدے کی توثیق کرے، اور جبری یا غیر رضا کارانہ گمشدگیوں سے متعلق اقوام متحدہ کے ورکنگ گروپ کے ساتھ مل کر کام کرے۔'

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 30 اگست 2018]

حکومت کی جمہوری ساکھ کے لیے اظہار رائے کی آزادی ناگزیر ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ پریس کی آزادی میں حائل رکاوٹوں کا ادراک کرے اور ان کا فوری خاتمہ کرے۔ آج اخبارات کی ترسیل اور صحافیوں کی اظہار رائے کی آزادی پر عائد پابندیوں سے متعلق رپورٹ کی تقریب رونمائی کے موقع پر ایچ آر سی پی نے کہا:

''نئی حکومت کو اپنی جمہوری ساکھ بنانے کے لیے پرنٹ اور براڈ کاسٹ میڈیا میں اظہار رائے کی آزادی کو تحفظ فراہم کرنا ہوگا۔ اس حکومتی عزم کا اظہار کہ تمام سرکاری میڈیا کو مکمل ادارتی آزادی حاصل ہوگی، ایک اہم اور خوش آئند قدم ہے لیکن اب بھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ حکومت کو اظہار رائے کی آزادی پر پابندیوں کے حوالے ایک مشکل صورتحال ورثے میں ملی ہے، تاہم اسے اس سے نبرد آزما ہوتے ہوئے اس حوالے سے تمام ریاستی اداروں ومحکموں کی کارروائیوں کو تسلیم کرنا ہوگا اور ان کی ذمہ داری لینا ہوگی اور نجی میڈیا اداروں کے اخبارات خاص طور پر ڈان کی ترسیل میں مسلسل غیر قانونی مداخلت کے الزامات کی تحقیقات کرنا ہوں گی۔ حکومت کو یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ ریاستی میڈیا کے لیے جس آزادی کا اعلان ہوا ہے کیا اس کا اطلاق ان موضوعات پر بھی ہو رہا ہے جو اسٹیبلشمنٹ نے صحافت کے دائرہ کار سے خارج کر رکھے ہیں مثال کے طور پر پشتون تحفظ موومنٹ۔

''ایسے شواہد بھی موجود ہیں جو صحافیوں اور سوشل میڈیا کارکنوں کو منظم طور پر ڈرانے دھمکانے کی خبروں کی تصدیق کرتے ہیں، اور یہ سلسلہ اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ صحافیوں کی ایک بڑی تعداد نے پیشہ ورانہ اور غیر جانبدارانہ صحافت پر سمجھوتہ کرتے ہوئے خود پر سنسر شپ عائد کر لی ہے۔ صحافیوں اور ان کے خاندانوں کو دھمکانے، سوشل میڈیا کے ذریعے ان کی کردار کشی اور اغواء اور جسمانی حملوں کی شکل میں انتقامی کارروائیوں کے ذریعے خوف پیدا کرنے سے متعلق بظاہر کوئی احساس ندامت دکھائی نہیں دیتا۔ علاوہ ازیں، 'حساس' علاقوں خاص طور پر شمالی وجنوبی وزیرستان یا سیاسی پیش رفتوں کے معاملے پر میڈیا کی جبری بندش ایک 'آزاد' یا 'غیر جانبدارانہ' میڈیا کی جانب اشارہ نہیں کرتی۔

ایچ آر سی پی کا تمام صوبائی ووفاقی حکومتوں اور دیگر تمام ریاستی اداروں ومحکموں سے مطالبہ ہے کہ ملک میں اظہار رائے کی آزادی میں غیر قانونی مداخلت پر قابو پایا جائے۔ کسی بھی اخبار کی فروخت میں مداخلت نہیں ہونی چاہیے اور نہ ہی کسی ٹی وی چینل کی بندش۔ ریاستی ایجنسیوں کی طرف سے 'صحافتی معاملات میں ہدایات' دینے کا سلسلہ فوری طور پر بند ہونا چاہیے اور ایچ آر سی پی کی رپورٹ میں درج شکایات کا ازالہ ہونا چاہیے۔ ریاست کو چاہیے کہ وہ معلومات تک رسائی کے ایکٹ 2017 کی رو سے عائد فرائض کی ادائیگی کے لیے ہر صوبے میں مستقل اور مؤثر انفارمیشن کمیشن قائم کرے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 29 اگست 2018]

پولنگ کے مرحلے کے بعد اب 'سویلین بالا دستی' کو توجہ کا مرکز بنایا جائے

جولائی کو اپنی ابتدائی رپورٹ جاری کرنے کے بعد، پاکستان کمشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے انتخابات کے بروقت اور مجموعی طور پر پرامن انعقاد پر اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ تاہم، انتخابات سے قبل تشدد کے نتیجے میں متعدد جانوں کے ضیاع کا ایچ آر سی پی کو بہت زیادہ دکھ ہے۔ ایچ آر سی پی انتخابات کے دوران تشدد کا نشانہ بننے والوں کے اہل خانہ کے ساتھ دلی تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔

آج جاری ہونیوالے ایک بیان میں ایچ آر سی پی نے کہا کہ، 'اگرچہ انتخابات کا انعقاد مجموعی طور پر منظّم اور پرامن رہا، پولنگ کے بعد کی کاروائیوں کیمتعلق سیاسی جماعتوں اور ایچ آر سی پی کے اپنے مبصرین کی شکایات تشویش کا باعث ہیں۔ ووٹوں کی گنتی کے انتہائی ناقص طریقہ کار، کئی جگہوں پر پولنگ ایجنٹوں کو ووٹوں کی گنتی کے مشاہدے سے روکے جانے اور نتائج کے اعلان میں بہت زیادہ تاخیر ہونے کی کئی اطلاعات موصول ہوئیں جنہوں نے انتخابی عمل پر شکوک و شبہات پیدا کر دیے ہیں۔ ان شکوک وشبہات کا مکمل ازالہ کیا جائے تا کہ انتخابات کی ساکھ کو متاثر ہونے سے بچایا جا سکے۔

'ایچ آر سی پی کو فیلڈ سے ملنے والی رپورٹس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مبصرین کو پولنگ سٹیشنوں تک رسائی کے حوالے سے شدید مشکلات درپیش رہی ہیں، مثال کے طور پر قومی اسمبلی (این اے) کے حلقہ 164 (وہاڑی)، این اے 125 (لاہور)، این اے 13 (مانسہرہ)، این اے 270 (پنجگور)، این اے 260 (نصیر آباد)، اور این اے 25 (نوشہرہ) میں۔ اس کے علاوہ، کئی مبصرین کو پولنگ سٹیشن پر اتنے وقت کے لیے رہنے کی اجازت نہ دی گئی جتنا وقت انہیں حقا؟ ئق کا جائزہ لینے اور ان کی تصدیق کرنے کے لیے درکار تھا۔ ای سی پی کو اس حقیقت کا ادراک کرنا چاہیے کہ انتخابی مشاہدہ جو کہ انتخابات کی ساکھ جانچنے کے لیے انتہائی ضروری ہے، ایک وقت طلب مشق ہے۔ ایچ آر سی پی کو مسلسل ایسی باعث تشویش اطلاعات مل رہی ہیں کہ پولنگ ایجنٹوں، ذرائع ابلاغ اور مبصرین کو ووٹوں کی گنتی کے وقت کئی پولنگ سٹیشنوں میں رہنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ این اے 100 (چنیوٹ)، این اے 76 (سیالکوٹ)، این اے 13 (مانسہرہ)، این اے 16 (ایبٹ آباد)، این اے 49 (جنوبی وزیرستان)، این اے 129، 130 اور 131 (لاہور) سمیت کئی انتخابی حلقوں میں مبصرین کو ووٹوں کی گنتی کا مشاہدہ کرنے کی اجازت نہ دی گئی۔ تربت سے ایچ آر سی پی کے مبصرین کی ٹیم نے بتایا کہ وہاں ووٹوں کی گنتی کے وقت پولنگ ایجنٹوں کو ایک الگ کمرے میں بند کر دیا گیا تھا۔ ایک اطلاع کے مطابق، این اے 125 (لاہور) کے ایک پولنگ سٹیشن پر، پریذائڈنگ آفیسر نے بغیر کسی معقول جواز کے، مبصر کو پولنگ سٹیشن سے باہر نکل جانے کا حکم دیا اور حکم نہ ماننے کی صورت میں گرفتار کروانے کی دھمکیاں دیں۔ ایچ آر سی پی کو امید ہے کہ ای سی پی ان تمام معاملات کی تحقیقات کرے گا اور تحقیقات کے نتائج سے عوام کو آگاہ کرے گا۔

ای سی پی کو چاہیے کہ وہ پولنگ ایجنٹوں اور/ یا مبصرین کو فارم 45 کی نقل، جس کا حصول ان کا قانونی حق تھا، نہ دیے جانے والی اطلاعات پر پیدا ہونے والے تنازعیکا بھی فی الفور اور مؤثر حل نکالے۔ یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ اس طرح کے اتنے زیادہ کیسز محض ناقص انتظامات کے باعث پیش آئے۔ سیالکوٹ، مانسہرہ، ایبٹ آباد، چارسدہ، جنوبی وزیرستان ایجنسی، کرم ایجنسی، چنیوٹ، لسبیلہ، گوادر، مستونگ، لورالائی، پنجگور اور کوئٹہ سمیت کئی انتخابی حلقوں سے ایچ آر سی پی کے مبصرین نے اس طرح کی اطلاعت کو درست قرار دیا ہے۔

'اگرچہ مجموعی طور پر پولنگ میں مداخلت کے بھی کچھ آثار دکھائی دیے، کئی مبصرین نے بتایا کہ پولنگ کا عملہ ووٹنگ کے طرا؟ ئق کار کی وضاحت کے لیے سیکیورٹی فورسز پر انحصار کرتا نظر آیا۔ ای سی پی کو اگلیانتخابات سے پہلے انتخابی عملے میں تربیت کے فقدان پر قابو پانا ہوگا۔ تاہم، کم از کم تین کیسز میں سیکیورٹی فورسز کی موجودگی نے ایچ آر سی پی کے حقیقی تحفظات کو تقویت دی ہے۔ این اے 24 (چارسدہ) میں سیکیورٹی عملے کو درست اور خراب ووٹوں کو الگ کرتے ہوئے دیکھا گیا۔ این اے 21 (مردان) میں، جب مبصرین نے پولنگ کے عمل کے متعلق پریذائڈنگ آفیسر سے کچھ پوچھنےکی کوشش کی تو سیکیورٹی اہلکاروں نے مداخلت کی۔ اسلام آباد کے ایک پولنگ سٹیشن پر سیکیورٹی اہلکاروں نے خواتین ووٹروں کو مہر شدہ بیلٹ دکھانے کو کہا۔ ووٹ کی رازداری پر سمجھوتہ نہیں کیا جانا چاہیے۔ ایچ آر سی پی کا کہنا ہے کہ پولنگ بوتھوں کے اندر سیکیورٹی فورسز کی موجودگی کیمستقبل میں انتہائی منفی اثرات مرتب ہوں گے۔

سیاسی مینڈیٹ بذات خود کوئی مقصد نہیں ہے اور صرف سیاسی لفاظی سے کام نہیں چلے گا۔ جبری گمشدگیوں، اظہار اور انجمن سازی کی آزادی پر قدغنوں، جانبدارانہ احتسابی عمل، اختیارات کی علیحدگی کے اصول سے انحراف، اداروں کی خود مختاری کے فقدان اور سول سوسائٹی کے لیے سکڑتی ہوئی فضا کے حوالے سے ایچ آر سی پی تحفظات کا ترجیحی بنیادوں پر نوٹس لیا جائے۔

'ان انتخابات میں جو مثبت چیزیں دیکھنے کو ملیں وہ یہ تھیں کہ دیہی سندھ اور خیبر پختونخوا میں خواتین کی ایک بڑی تعداد نے اپنا حق رائے دہی استعمال کیا اور مذہبی اقلیتوں کے کئی نمائندوں کو منتخب ہونے کا موقع ملا ہے۔ تاہم، ان مثبت پیش رفتوں کے باوجود یہ افسوسناک حقیقت اپنی جگہ موجود ہے کہ احمدیہ کمیونٹی کو موجودہ امتیازی انتخابی قوانین کے تحت ووٹنگ کے عمل سے باہر رہنے پر مجبور کیا گ؟ اہے۔ حکومت کو چاہیے کہ اجتماع کے حق کا احترام کرتے ہوئے خیبر پختونخوا اور دیگر علاقوں میں لوگوں کو پرامن احتجاج کی اجازت دے تا کہ وہ اپنے تحفظات کا اظہار کر سکیں۔

ایچ آر سی پی نے اپنے دیرینہ مطالبے کو ایک بار پھر دہرایا ہے کہ پاکستان کی اندرونی و بیرونی سلامتی کے خدوخال طے کرتے وقت شفافیت کے اصول کو مدنظر رکھا جائے اور ہندوستان و افغانستان کے ساتھ کشیدگی کم کرنے کے لیے مطلوبہ اقدامات سیمت تمام پالیسیاں جمہوری انداز میں تشکیل دی جائیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ، پالیسی سازی سے متعلق تمام اہم فیصلوں پر پارلیمانی و جمہوری بالادستی کے بغیر ان میں سے کوئی بھی مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ تمام ریاستی ادارے اپنی قانونی حدود میں رہ کر کام کریں اور اپنے اقدامات کے لیے جوابدہ ٹھہرائے جائیں۔ اگر پارلیمان سے کچھ کرنے کی توقع کی جارہی ہے تو اسے حقیقی عوامی سپورٹ سے کام کرنے کا موقع دیا جائے تا کہ وہ آزادی واعتماد کے ساتھ اور کسی دیگر عنصر کے خوف یا دباؤ کے اپنا کردار ادا کر سکے۔ ایچ آر سی کو نئی حزب اختلاف سے اس بھی زیادہ توقعات وابستہ ہیں۔ اسے عوام کے تحفظات پر ہروقت نظر رکھنی ہوگی اور ان کا مسلسل نوٹس لینا ہوگا تا کہ ملک کی جمہوریت کا تحفظ ممکن ہو سکے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 31 جولائی 2018]

انتخابات پر اثر انداز ہونے کی کوششیں ناقابل قبول ہیں: ایچ آر سی پی

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کو ملک میں ہونے والے عام انتخابات کے نتائج پر اثر انداز ہونے کی کھلی، جارحانہ اور شرمناک کوششوں پر شدید تشویش ہے۔ ایچ آر سی پی کے خیال میں، انتخابات کا مقررہ وقت پر انعقاد انتہائی ضروری ہے مگر اب ایسی کئی مثالیں سامنے آئی ہیں جنہوں نے انتخابات کی قانونی حیثیت پر سوالات کھڑے کر دیے ہیں، اور یہ صورتحال پاکستان کے جمہوری سفر پر انتہائی برے اثرات مرتب کرے گی۔

سکیورٹی فورسز کو ملنے والے غیر معمولی اختیارات پر بھی ایچ آرسی پی کو تشویش ہے۔ بتایا یہ جارہا ہےکہ انہیں یہ اختیارات انتخابات کی شفافیت کو یقینی بنانے کے لیے دیے گئے ہیں۔تقریباً ساڑھے تین لاکھ سکیورٹی اہلکاروں کی پولنگ سٹیشن کے اندراور باہر تعیناتی سے، اورفوجی افسروں کو مجسٹریٹ کے اختیارات ملنے کے باعث انتخابات منعقد کروانے کےحوالے سے سویلین وغیر سویلین اداروں کی ذمہ داری کے درمیان لکیر بہت مدھم ہوگئی ہے۔ایسے اقدامات انتہائی غیر معمولی ہیں اوراس تاثرکو پروان چڑھا رہے ہیں کہ ایک ایسا ادارہ انتخابی عمل کا بندوبست کررہا ہے جسے سویلین اداروں کے دائرہ اختیار میں آنے والے معاملات میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔الیکشن کمیشن آف پاکستان (ای سی پی)اس امر کو یقینی بنائے کہ سکیورٹی فورسز کی اتنی بڑی تعداد کی موجودگی سے ووٹر نہ تو خوف وہراس کا شکار نہ ہوں اور نہ ہی ان کے زیراثر آئیں۔

ایچ آرسی پی انتہائی فکرمند ہے کہ ایک خاص سیاسی قوت کو دبایا جارہا ہے۔ پاکستان مسلم لیگ-این (پی ایم ایل -این) کے کارکنوں کو سیاسی وفاداریاں تبدیل کرنے، امیدواروں کو ٹکٹ واپس کرنے پر دباؤ ڈالا جارہا ہے، اوردومرکزی جماعتوں: پنجاب میں پی ایم ایل- این اورسندھ میں پاکستان پیپلز پارٹی (پی پی پی) کے مقابلے میں بعض خاص مقامات پر مصنوعی انتخابی مخالفت کو جنم دیا جارہا ہے۔

ایچ آرسی پی عوام میں پائے جانے والے اس تاثر کو درست سمجھتا ہے کہ تمام جماعتوں کو انتخابی مہم چلانے کی ایک جیسی آزادی حاصل نہیں ہے۔ ایسی اطلاعات سامنے آرہی ہیں کہ پی ایم ایل-این، پی پی پی اورعوامی ورکرز پارٹی کے امیدواروں کوان کی انتخابی مہموں کے دوران قانون نافذ کرنے والے اداروں اورسکیورٹی فورسز کی طرف سے ہراساں کیا جارہاہے،اوربغیرکسی معقول جواز کے ان کی نقل و حرکت پرنظر رکھی جارہی ہے یا ان کی نقل وحرکت کو محدود کیا جارہاہے،اورمزید یہ کہ سکیورٹی فورسز کے اہکاران کے بینرز اتار رہے ہیں۔

ایچ آرسی پی پرنٹ اورنشریاتی میڈیا پرلگائی گئیں حالیہ پابندیوں، خاص طور پران متعدد واقعات پرسخت تشویش میں مبتلا ہے جن میں ایسے صحافیوں کوسنسرشپ، دھمکیوں، خوف وہراس اوراغواء کانشانہ بنایا گیاہے جو پی ایم ایل این یاپی پی پی کے حامی یاسکیورٹی اسٹیبلشمنٹ کے ناقد تصور کیے جاتے ہیں۔کینٹ کے علاقوں میں ڈان اور دی نیوز پر غیر اعلانیہ پابندیاں،اوراس سے پہلے جیو نیوز کی نشریات کو بند کرنے کی کوششیں لوگوں کو اطلاعات اور انتخابی معاملات کے تجزیوں تک رسائی سے محروم رکھنے کے مترادف ہیں۔ایسا دباؤ ذرائع عامہ کو متاثر کرتا ہے،تنقیدی بحث کا راستہ روکتا ہےاورطاقت ورداداروں کوعوام کے سامنے جوابدہ نہیں بننے دیتا۔

ایچ آرسی پی کے اعلیٰ عہدیداروں کے ایک وفد نے آج ای سی پی میں چیف الیکشن کمشنر سے ملاقات کی اورانہیں کمیشن کے تحفظات سے آگاہ کیا۔ چیف الیکشن کمشنر کا کہنا ہے کہ ای سی پی کو بہت سی شکایات موصول ہوئیں جنہیں حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم یہ بھی کہا کہ کمیشن مداخلت کے الزامات پرکوئی کارروائی نہ کرسکا۔انہوں نے ای سی پی کے اس عزم کا اظہار کیا کہ جیسے ہی شکایات موصول ہوں ان پر کارروائی کی جائے گی۔ایچ آرسی پی تمام شہریوں سے اپیل کرتا ہے کہ اگرانہیں محسوس ہو کہ کہیں انتخابی ضوابط اورقوانین کی خلاف ورزی کی جارہی ہے تو وہ ضروری شواہد کے ساتھ ای سی پی سے رجوع کریں۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔16 جولائی 2018]

ہارون بلور کاقتل قابل مذمت ہے

لاہور، 11 جولائی 2018: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آرسی پی) نے گزشتہ رات پشاور میں عوامی نیشنل پارٹی (اے این پی) کی کارنر میٹنگ پر ہونے والے خودکش حملے کی شدید مذمت کی ہےجس میں اے این پی کے رہنماہارون بلورسمیت کم ازکم20افراد ہلاک ہوئے۔

آج جاری ہونے والے ایک بیان میں ایچ آرسی پی نے انتخابات سے پہلے اس ہولناک پیش رفت پر شدید تشویش کا اظہار کیا ہے۔ایک سیاسی امیدوار جو پرامن طور پر اپنے سیاسی مہم کے حق کا استعمال کررہے تھے،کوایک بزدلانہ انداز سےنشانہ بنایا گیا جواس بات کا اشارہ ہے کہ یہ انتخابات کس سمت میں جارہے ہیں۔ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ 2012ء میں ہارون بلور کے والد بشیر بلور کوبھی اسی انداز سےنشانہ بنا کرقتل کیا گیا تھا۔

'یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ہم 2013ء کے تجربات کو دہرانے کے متحمل نہیں ہوسکتے جس میں چندمخصوص جماعتوں کےامیدواروں کواسی طرح سےنشانہ بنایا گیا تھا۔یہ انتخابات پہلے ہی ایک مبہم شکل اختیار کرچکے ہیں، اورانہیں دہشت کے ذریعے مزید داغدار کیا جانا ناقابلِ قبول ہے۔

'ایچ آرسی پی ہارون بلور اوراے این پی کے ان حامیوں کے خاندانوں سے دلی تعزیت کا اظہارکرتا ہےجواس واقعے میں ہلاک ہوئے۔کمیشن مطالبہ کرتا ہے کہ ریاست غیر ریاستی عناصر کی جانب سے انتخابی عمل میں رکاوٹ ڈالنے کے لیے تشدد کے آزادانہ استعمال کی واضح طور پر مذمت کرے۔

علاوہ ازیں، دیگر سیاسی امیدواروں کو لاحق خطرات کے حوالے سے قومی ادارہ برائے انسداد دہشت گردی کی حالیہ معلومات کی بنیاد پرریاست کواس بات کو یقینی بنانا ہوگا کہ ایسے امیدواروں کوان کی انتخابی مہمات کے دوران مناسب تحفظ فراہم کیا جائے۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔11 جولائی 2018]

جبران ناصر پر حملے قابل مذمت ہیں:ایچ آرسی پی

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آرسی پی) کو کراچی میں آزاد امیدوار جبران ناصر کو درپیش خطرات پر نہایت تشویش ہے۔مسٹرناصراوران کے ساتھی جو اپنی انتخابی مہم میں پانی کی دستیابی، رہائشی سہولیات اورتعلیم جیسے اہم معاملات کو زیر بحث لا رہے ہیں، کو دائیں بازو کے عناصر کی طرف سے مسلسل نشانہ بنایا جارہا ہے، ان حملوں اوردھمکیوں میں گذشتہ ایک ہفتے سے شدت دیکھنے میں آئی ہے۔

آج جاری ہونے والے ایک بیان میں، ایچ آرسی پی نے 'مسٹرناصرکی انتخابی مہم کے خلاف پرتشدد اورکینہ پروراقدامات' کی شدید مذمت کی ہے۔ ایچ آرسی پی کے لیے یہ چیز انتہائی پریشانی کا سبب ہے کہ مقامی مولوی اورتحریک لبیک پاکستان (ٹی ایل پی) کے حامی مسٹرناصراوران کے ساتھیوں پر'قادیانیوں کے ایجنٹ' کا لیبل لگارہے ہیں،اورجذباتی ہجوم کوناصرجبران پرتشدد کرنے کی کھلے عام ترغیب دے رہے ہیں تاکہ وہ اپنی انتخابی مہم نہ چلاسکیں۔

'عوام میں سے یا ریاست کے کسی ادارے کے کسی فرد کو بالکل بھی یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ مسٹرناصر سے ان کے عقیدے کے متعلق کوئی سوال کرے یا ان سے اپنا ایمان ثابت کرنے کا مطالبہ کرے۔ان اقدامات کے مسٹرناصراوران کے حامیوں کی سلامتی پر جو خطرناک اثرات مرتب ہوسکتے ہیں، انہیں نظرانداز نہیں کیا جانا چاہیے، کم ازکم الیکشن کمیشن آف پاکستان (ای سی پی) اورنگران حکومت کوتو اس پرچشم پوشی نہیں کرنی چاہیے۔

تحریک لبیک پاکستان کے مولوی نوید عباسی جیسے کارکنوں کی مسلسل اشتعال انگیزی سیاسی جماعتوں کے لیے ای سی پی کے ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی کے زمرے میں آتی ہے۔اس حقیقت کومدنظر رکھتے ہوئے کہ ٹی ایل پی کوایک قانونی سیاسی جماعت کا حاصل ہے، ایچ آرسی پی کا مطالبہ ہے کہ ای سی پی اس قسم کے تشدد میں ملوث ٹی ایل پی کے (یا دیگر) امیدواروں کو نااہل قرار دے اورمسٹرناصرکومؤثر تحفظ فراہم کرے۔ ایچ آرسی پی کا سندھ کی نگران حکومت سے بھی مطالبہ ہے کہ وہ اس امر کو یقینی بنائے کہ مسٹرناصران لوگوں کے خلاف فوری طور پرمقدمے درج کرواسکیں جو انہیں اوران کے ساتھیوں کو دھمکیاں دینےاوران پر حملے کرنے میں ملوث ہیں۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔22 جولائی 2018]

جبری گمشدگی کے عالمی دن پر ایچ آر سی پی کا ملک کے مختلف شہروں میں احتجاج

تربت جبراً گمشدہ کر دیے گئے افراد کے عالمی دن پر ایچ آر سی پی اسپیشل ٹاسک فورس تربت مکران کی جانب سے تربت پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا گیا، جس میں ایچ آر سی پی کے کارکنان سمیت، سیاسی جماعتوں کے رہنما و کارکنان شریک رہے۔ مظاہرین نے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں اور جبراً گمشدہ کیے گئے افراد کی بازیابی کے لیے نعروں پر مبنی بینرز اور پلے کارڈ اٹھا رکھے تھے۔

مظاہرے سے ایچ آر سی پی اسپیشل ٹاسک فورس کے ریجنل کوارڈینیٹر پروفیسر غنی پرواز نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ انسانوں کی جبری گمشدگی کا قصہ بہت پرانا ہے، اس کا سلسلہ عظیم ڈاکٹر چے کے دیس لاطینی امریکہ سے شروع ہوا تھا جس کے بعد یورپ کے دیگر ممالک سے ہو کر اب یہ اکیسویں صدی میں پاکستان بالخصوص بلوچستان میں شدت کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ بلوچستان، فاٹا، سندھ کے دیہی علاقوں اور کراچی میں سیاسی کارکنوں اور عام شہریوں کا اغوا بڑے مسئلے کی صورت سامنے آ رہی ہے جس میں تدارک کے بجائے اضافہ کا رجحان زیادہ ہے۔

انہوں نے کہا کہ ریاست شہریوں کے تحفظ سمیت تمام بنیادی انسانی حقوق کی فراہمی کی ذمہ دار ہوتی ہے مگر بدقسمتی سے یہاں دیگر حقوق کے ساتھ شہری آزادی کا حق بھی ناپید ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان سمیت دنیا کے دیگر ممالک لاپتہ افراد کو منظر عام پر لائیں ان پر جتنے الزامات ہیں ان کے مطابق قانونی کاروائی کریں تاکہ قانون کی بالادستی قائم ہو۔

مظاہرہ سے نیشنل پارٹی کے صوبائی صدر کہدہ اکرم دشتی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جبری طور پر گمشدہ افراد کے لیے لاپتہ کا لفظ استعمال کرنا غلط ہے کیوں کہ جو لوگ غائب ہیں ہم سب کو معلوم ہے کہ انہیں کس نے کہاں سے اغوا کر کے غائب کیا ہے۔ کچھ لوگ ہوسٹلوں سے، کالج اور یونیورسٹیوں سے کچھ اپنے گھروں اور کام کی جگہوں سے جبری گمشدہ کر دیے گئے البتہ ان میں سے جو لوگ واپس آئے انہیں سختی سے منع کیا گیا کہ وہ اپنے بارے میں کسی سے بات نہ کریں اس صورت میں وہ واقعی لاپتہ ہیں

انہوں نے کہا کہ ریاست اور اس کے ادارے ذمہ داری کا مظاہرہ نہیں کر رہے ہیں، عام لوگوں کو تکالیف کا سامنا ہے، بے گناہ اور گناہ گار کی تفریق ختم کر دی گئی ہے۔ اس کے خلاف سیاسی جماعتیں اور سول سوسائٹی متحد ہو کر جدوجہد کریں جب تک اس رویے کے خلاف تمام طبقات اکٹھے ہو کر کھڑے نہیں ہوں گے یہ روش تبدیل نہیں ہو گی۔

مظاہرہ سے بی این پی عوامی کے رہنما خان محمد جان، کیچ بار ایسوسی ایشن کے نائب صدر مجید دشتی ایڈووکیٹ، ایچ آر سی پی کے سینئر کارکن کریم گچکی اور صحافی اور ایچ آر سی پی کے سابق ضلعی کوارڈینیٹر اسد بلوچ نے خطاب کرتے

> جبری گمشدگیوں کے متاثرین کے بین الاقوامی دن کے موقع پر جمعرات تیس اگست کو پاکستان میں انسانی حقوق کے کمیشن کی جانب سے ملک کے سب سے بڑے شہر کراچی میں مقامی پریس کلب کے باہر دھرنا دیا گیا اور احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔

ہوئے کہا کہ جبری گمشدگیوں کے سبب شہریوں میں اضطراب پایا جاتا ہے، بالخصوص ان گھرانوں میں حالت انتہائی تشویش ناک ہے جہاں سے لوگ گم شدہ کر دیے گئے ہیں۔

انہوں نے آئین و قانون شکنی، طاقت کا ناجائز استعمال، لوگوں کو جبری طور پر اغوا کر کے لاپتہ کرنے، اور ان میں سے بعض کو شہید کر کے اُن کی مسخ شدہ لاشیں ویرانوں میں پھینکنے کے طویل سلسلے کی شدید مذمت کی، اور یہ سلسلہ اب بند کرنے کے علاوہ تمام لاپتہ افراد کی بازیابی اور رہائی کا بھی پُرزور مطالبہ کیا۔

(نامہ نگار)

کراچی جبری گمشدگیوں کے متاثرین کے بین الاقوامی دن کے موقع پر جمعرات تیس اگست کو پاکستان میں انسانی حقوق کے کمیشن کی جانب سے ملک کے سب سے بڑے شہر کراچی میں مقامی پریس کلب کے باہر دھرنا دیا گیا اور احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔

اس دھرنے اور مظاہرے میں سیاسی اور سماجی کارکنوں کے علاوہ بڑی تعداد میں لاپتہ افراد کے اہل خانہ نے بھی شرکت کی۔ شرکاء اپنے ہاتھوں میں لاپتہ افراد کی تصاویر، پوسٹرز اور بینرز لیے ہوئے تھے اور جبری طور پر لاپتہ ہو جانے والے افراد کی بازیابی کے لیے نعرے بازی بھی کر رہے تھے۔ ان مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے نائب چیئرمین اسد اقبال نے مطالبہ کیا کہ حکومت جبری گمشدگیوں کے غیر قانونی واقعات کے خاتمے کے لیے فوری اور ٹھوس اقدامات کرے اور ذمہ دار عناصر کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے۔

پاکستان میں لاپتہ افراد کا مسئلہ سنگین ہوتا جا رہا ہے اور جبری گمشدگیوں کے واقعات مسلسل سامنے آ رہے ہیں جبکہ ابھی تک ایسے واقعات کے ایک بھی ذمہ دار فرد کو اس جرم میں سزا نہیں دی جا سکی۔ ماہرین کے بقول یہ امر بھی باعث تشویش ہے کہ سندھ اور بلوچستان میں لوگ آج بھی لاپتہ ہو رہے ہیں۔

اس حوالے سے قائم تنظیم 'وائس فار مسنگ پرسنز' سندھ کی کنوینر سورٹھ لوہار خود ایک لاپتہ اسکول ٹیچر کی بیٹی ہیں۔ سورٹھ لوہار نے ڈوئچے ویلے سے گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ ان کے والد ہدایت اللہ لوہار پر سندھی قوم پرستوں سے رابطوں کا الزام لگایا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا، ''اپریل 2017 میں ایک دن سادہ کپڑوں میں ملبوس افراد دن دیہاڑے لاڑکانہ کے نواح میں واقع ایک اسکول سے میرے والد کو اپنے ساتھ لے گئے۔ تب سے ان کا کچھ اتہ پتہ نہیں ہے۔ ہر در کھٹکھٹایا، ہر جگہ مجھے بلایا گیا، بیانات قلم بند ہوئے مگر نتیجہ پھر بھی صفر رہا۔''

پاکستان میں جبری گمشدگیوں کے واقعات کی مجموعی تعداد سے متعلق اعداد و شمار اگرچہ کافی متنوع اور مختلف ہیں تاہم محتاط اندازوں کے مطابق بھی یہ تعداد ہزاروں میں بنتی ہے۔ سندھ اور بلوچستان سے لاپتہ ہونے والے افراد کے لیے آواز بلند کرنے والے سیاسی اور سماجی کارکنوں کو ہراساں کرنے کے علاوہ ان پر تشدد کے واقعات بھی سامنے آئے ہیں اور حکومت تاحال اس معاملے میں اپنی کوششوں کے ٹھوس نتائج ثابت نہیں کر سکی۔

مظاہرے میں شریک علی جعفری تقریباً دو برس سے اپنے چھوٹے بھائی سید شیراز حیدر اور بھانجے سید حسین احمد جعفری کی تلاش میں ہیں۔ علی جعفری نے بتایا کہ ان دونوں کو گلبہار کے علاقے میں ان کے گھر سے رات کی تاریکی میں اٹھایا گیا تھا اور انہیں اپنے ساتھ لے جانے والے افراد میں سے کچھ سادہ کپڑوں میں اور کچھ پولیس

یونیفارم میں ملبوس تھے۔انہوں نے بتایا،'' یہ دونوں تا حال لا پتہ ہیں۔ ہماری طرف سے شکایت پر تین مشترکہ تفتیشی ٹیمیں بھی بنائی گئیں۔مگر بات بیانات قلم بند کرنے سے آگے کبھی نہ بڑھی۔''

'وائس آف شیعہ مسنگ پرسنز' کے عہدیدار راشد رضوی کا کہنا تھا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ملکی سلامتی کے ادارے لوگوں کی جبری گمشدگیوں میں ملوث نہیں ہیں، ''ان سے ہمارا سوال یہ ہے کہ لا پتہ افراد کا سراغ لگانا اور جبری گمشدگیوں میں ملوث افراد کو قوم کے سامنے لانا کس کی ذمہ داری ہے؟''

ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے نائب چیئرمین اسد اقبال نے ڈوئچے ویلے سے گفتگو میں کہا کہ پاکستان میں نئی حکومت قائم ہو چکی ہے، ''ہمیں توقع ہے کہ وزیراعظم جناب عمران خان لاپتہ افراد کے سنگین مسئلے کو حل کرنے کے لیے کام کریں گے کیونکہ جب تک ملک میں ایک بھی شخص جبری طور پر لا پتہ ہے، اس وقت تک تبدیلی کا تصور صرف ایک خواب ہی رہے گا۔''

حیدرآباد ہیومن رائٹس کمیشن کی جانب سے جبری طور پر گمشدہ ہونے والے افراد کے عالمی دن کے موقع پر حیدرآباد میں ریلی نکالی گئی۔ اولڈ کیمپس سے حیدرآباد پریس کلب تک نکالی گئی ریلی کے شرکاء بینرز اٹھائے گمشدہ افراد کی بازیابی کے لئے نعرے لگا رہے تھے۔شرکاء کا کہنا تھا کہ تسلسل کے ساتھ سندھ بھر سے سیاسی کارکنوں کو گرفتار کرکے لاپتہ کیا جارہا ہے جو قابل مذمت ہے، اگر گرفتار افراد جرائم کی وارداتوں میں ملوث ہیں تو انہیں عدالتوں کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ ان کے لواحقین بھی سکھ کا سانس لے سکیں۔شرکاء نے اپیل کی کہ وہ سندھ سے گمشدہ افراد کی بازیابی کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔

(نامہ نگار)

پشاور انسانی حقوق تنظیم اور سول سوسائٹی نے لاپتہ افراد کے عالمی دن کے حوالے سے پشاور پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرے کی قیادت ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے پروگرام کوآرڈینیٹر ساجد خان نے کی۔ مظاہرے سے خطاب کرتے ہوئے ساجد خان نے کہا کہ لاپتہ افراد کے لئے مختلف تنظیمیں ہرفورم پر آواز اٹھاتی ہیں اور 30 اگست کو پوری دنیا میں لاپتہ افراد کے لیے ان سے اظہار یکجہتی کیا جاتا ہے۔انہوں نے کہا کہ لاپتہ افراد کے ساتھ خصوصی رعایت کیا جائے اگر ان کے کوئی جرم ہو تو اس کے مطابق سزا دی جاہے جبکہ اگر کسی پر کوئی جرمانہ ہو تو اس کے ساتھ خصوصی رعایت کرکے ان آزاد کیا جائے۔

(نامہ نگار)

جبری گمشدگیوں کو جرم قرار دیا جائے اور اس غیرانسانی اور بہیمانہ روش میں ملوث لوگوں کی نشاندہی کرکے ان کے خلاف کاروائی کی جائے۔ان کا کہنا تھا کہ کئی لوگ کئی برسوں سے لاپتہ ہیں اور ان کے اہل خانہ اور دوستوں کو ان کے حال احوال کا کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔ان کی جبری گمشدگی کے باعث ان کے متعدد انسانی حقوق متاثر ہو رہے ہیں۔اگر کسی بندے کو لاپتہ کردیا جاتا ہے تو اس کے نتیجے میں اس کی آزادی، سلامتی اور زندگی کا حق چھن جاتا ہے۔ ریاست ان تمام حقوق کے تحفظ کی ذمہ دار ہے اس لیے اسے ان لوگوں کی بازیابی کے لیے ہرممکن اقدام کرنا چاہیے اور اگر کسی فرد کے خلاف کوئی الزام ہے تو اسے عدالت میں پیش کیا جائے اور اپنی صفائی کا پورا موقع فراہم کیا جائے تاکہ اسے برسوں تک تاریک کوٹھریوں میں تمام بنیادی سہولیات سے محروم رکھ کر اذیت کا نشانہ بنایا جائے۔

لاہور پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے 30 اگست کو جبری گمشدہ افراد کے ساتھ یکجہتی کے عالمی دن پر درب پٹیل آڈیٹوریم میں ایک سیمینار منعقد کیا جس میں مختلف مکتبہ فکر کے لوگوں نے شرکت کی۔شرکاء میں طالبعلم، انسانی حقوق کے محافظین، سماجی کارکن، وکلاء، مزدور رہنما، صحافی سمیت دیگر شعبہ ہائے زندگی کے لوگ شامل تھے۔

شرکاء نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ جبری گمشدگیوں کو جرم قرار دیا جائے اور اس غیرانسانی اور بہیمانہ روش میں ملوث لوگوں کی نشاندہی کرکے ان کے خلاف کاروائی کی جائے۔ان کا کہنا تھا کہ کئی لوگ کئی برسوں سے لاپتہ ہیں اور ان کے اہل خانہ اور دوستوں کو ان کے حال احوال کا کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔ان کی جبری گمشدگی کے باعث ان کے متعدد انسانی حقوق متاثر ہو رہے ہیں۔ اگر کسی بندے کو لاپتہ کردیا جاتا ہے تو اس کے نتیجے میں اس کی آزادی، سلامتی اور زندگی کا حق چھن جاتا ہے۔ ریاست ان تمام حقوق کے تحفظ کی ذمہ دار ہے اس لیے اسے ان لوگوں کی بازیابی کے لیے ہرممکن اقدام کرنا چاہیے اور اگر کسی فرد کے خلاف کوئی الزام ہے تو اسے عدالت میں پیش کیا جائے اور اپنی صفائی کا پورا موقع فراہم کیا جائے تاکہ اسے برسوں تک تاریک کوٹھریوں میں تمام بنیادی سہولیات سے محروم رکھ کر اذیت کا نشانہ بنایا جائے۔

انہوں نے یہ مطالبہ بھی کیا کہ جبری لاپتہ افراد کے موجودہ انکوائری کمیشن کی جگہ ایک مکمل طور پر خودمختار کمیشن بنایا جائے۔ یہ مطالبہ بھی کیا گیا انکوائری کمیشن 2010 کی رپورٹ کو پبلک کیا جائے۔ یہ مطالبہ بھی کیا گیا کہ تمام افراد کو جبری گمشدگیوں سے تحفظ فراہم کرنے کے عالمی معاہدے کی توثیق کرکے اس کی مطابقت میں قانون سازی کی جائے۔

سیمینار کے شرکاء نے لبرٹی چوک لاہور کے سامنے احتجاجی مظاہرہ بھی کیا۔ان کے ہاتھوں میں بینرز اور پلے کارڈز تھے جن پر جبری گمشدگی کے خلاف نعرے اور لاپتہ افراد کی بازیابی کے مطالبات درج تھے۔

(نامہ نگار)

کوئٹہ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کے کوئٹہ چیپٹر نے ایک پریس کانفرنس منعقد کی جس میں کمیشن نے جاری کیے گئے بیان میں کہا کہ پاکستان جبری گمشدگیوں کی غیر قانونی سرگرمی کے خاتمے کے لیے فوری ٹھوس اقدامات کرے اور مجرموں کو انصاف کے کٹہرے میں لائے۔'

''ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ مزید تاخیر کیے بغیر ڈبلیو جی ای آئی ڈی کی تمام سفارشات پر عمل درآمد کرے اور یو پی آر کی سلسلے میں کیے گئے وعدوں، بالخصوص جبری گمشدگیوں سے متعلق وعدوں کو پورا کرے۔

''ایچ آر سی پی نئے منتخب وزیراعظم سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ پاکستان کی جانب سے تسلیم کی گئیں ڈبلیو جی ای آئی ڈی کی تمام سفارشات اور عالمی سلسلہ وار جائزے کے دوران تسلیم کی گئیں متعلقہ سفارشات پر عمل درآمد کے لیے تمام ضروری اقدامات کریں۔ ہم خاص طور پر ان پر زور دیتے ہیں کہ وہ:

☆ فوجداری قانون کے تحت جبری گمشدگیوں کو ایک واضح اور الگ جرم قرار دلانے سے متعلق فوری اور موثر اقدامات کریں۔

☆ تمام ریاستی ایجنسیوں کو حکم دیں کہ وہ تمام لاپتا افراد کی بازیابی میں تعاون کریں اور شہریوں کو اغواء کرنے، انہیں خفیہ حراستی مراکز میں رکھنے یا قتل کرنے اور ان کی نعشیں پھینکنے کا سلسلہ بند کریں۔

☆ جبری گمشدگی کے ذمہ داروں کے لیے عملی طور پر سزا سے استثنا کا خاتمہ کریں۔ جبری گمشدگیوں میں ملوث کسی بھی ریاستی ادارے کے خلاف

کارروائی کے جلد از جلد آغاز سے لوگوں کو میں انصاف کے حصول کی امید بڑھے گی۔

☆ تمام افراد کے جبری گمشدگیوں سے تحفظ کے عالمی معاہدے کی توثیق کریں۔

☆ لاپتا افراد کے خاندانوں کے لیے جو کئی سالوں سے اذیت میں مبتلا ہیں معاوضے کی ادائیگی کا بندوبست کریں۔

☆ اس بات کو یقینی بنائیں کہ حکومت ایسے قوانین بنانے سے گریز کرے جن سے خفیہ، غیر تسلیم شدہ اور رابطے سے محروم حراست کو قانونی جواز ملے۔

''ایچ آر سی پی اس بات پر زور دیتا ہے کہ جبری گمشدگیاں قانون کی حکمرانی کے عالمی اصولوں کی خلاف ورزی ہیں جن کی ایک مہذب معاشرے میں کوئی جگہ نہیں، یہ ملک کی بدنامی کا باعث بنی ہیں اور ان کا فوری خاتمہ کیا جانا چاہیے۔''

ایچ آر سی پی نے اس بات کی نشاندہی بھی کی ہے کہ گذشتہ کچھ ماہ کے دوران کئی لاپتہ افراد رہا ہوکر اپنے گھروں کو لوٹے ہیں جس سے لاپتہ لوگوں کے خاندانوں کے دلوں میں امید کی نئی کرن پیدا ہوئی ہے۔

ایچ آر سی پی کے کارکنوں نے ایک احتجاجی ریلی میں شرکت بھی کی جس کا اہتمام وائس برائے بلوچ لاپتہ افراد (وی بی ایم پی) نے کیا تھا۔

(نامہ نگار)

اسلام آباد سیاست دانوں اور سماجی کارکنوں سمیت لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے گمشدہ افراد کے عالمی دن کے موقع پر جبری گمشدگیوں کے خلاف احتجاج کیا۔ یہ دن ہر سال 30 اگست کو منایا جاتا ہے۔

احتجاجی مظاہرہ نیشنل پریس کلب کے باہر منعقد کیا گیا تھا لیکن بعدازاں اسے ڈی چوک منتقل کر دیا گیا تاکہ لاپتا افراد کے خاندانوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کیا جا سکے جو وہاں انسانی حقوق کی تنظیموں کی کال پر احتجاج کر رہے تھے۔

شرکاء میں سماجی کارکن نسرین اظہر اور طاہرہ عبداللہ کے علاوہ سابق رکن سینیٹ فرحت اللہ بابر شامل تھے۔

> جب جنرل مشرف نے **9/11** کے بعد کروڑوں ڈالر کے عوض سینکڑوں مشتبہ دہشت گردوں کو خفیہ طور پر امریکہ کے حوالے کرنے کا اعتراف کیا تو کیا اس کے بعد بھی جبری گمشدگیوں میں ریاستی ایجنسیوں کے ملوث ہونے کا کوئی ثبوت دینے کی ضرورت ہے؟

احتجاج سے خطاب کرتے ہوئے، فرحت اللہ بابر نے کہا کہ جب جنرل مشرف نے 9/11 کے بعد کروڑوں ڈالر کے عوض سینکڑوں مشتبہ دہشت گردوں کو خفیہ طور پر امریکہ کے حوالے کرنے کا اعتراف کیا تو کیا اس کے بعد بھی جبری گمشدگیوں میں ریاستی ایجنسیوں کے ملوث ہونے کا کوئی ثبوت دینے کی ضرورت ہے؟

ان کا کہنا تھا کہ'' سپریم کورٹ، پارلیمنٹ اور سول حکومتیں سب ہی لاپتا افراد کا سراغ لگانے میں ناکام ہوچکی ہیں، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان واقعات میں ملوث افراد ریاست سے زیادہ طاقت ور ہیں۔ آج تک اس جرم میں ملوث ایک بھی فرد کو گرفتار کیا گیا نہ اسے سزا دی گئی۔

''سب جانتے ہیں کہ ایسا سزا سے استثنا صرف ان لوگوں کو حاصل ہوسکتا ہے جو شفافیت اور جوابدہی کو مسترد کرتے ہیں۔ جب تک تمام لوگوں کا احتساب نہیں ہوگا اور ہم رازداری کا پردہ چاک نہیں کریں گے، یہ مسئلہ برقرار رہے گا۔''

انہوں نے کہا کہ ریاستی کے سکیورٹی سے متعلق بیانیے کو چیلنج کرنے والوں کو غائب کر دیا جاتا ہے جبکہ نفرت کی ترغیب دینے والوں کو آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے۔

سابق سینیٹر کا کہنا ہے کہ کچھ لاپتا افراد کو حراستی مراکز منتقل کیا گیا تھا جہاں انہیں زیادہ دیر تک زیر حراست رکھنا ممکن نہیں تھا۔ انہوں نے ان مراکز کو '' پاکستان کی ابو غریب جیلیں'' قرار دیتے ہوئے کہا کہ ان لوگوں کے بارے میں مکمل معلومات دستیاب نہیں ہیں اور یہ بھی نہیں معلوم کہ کتنے لوگ حراست کے دوران ہلاک ہوئے۔

فرحت اللہ بابر نے مطالبہ کیا کہ جبری گمشدگیوں کو جرم قرار دیا جائے، جیسا کہ سری لنکا نے کیا، اور جبری گمشدگیوں سے متعلق کنونشن پر دستخط کیے جائیں اور حراستی مراکز کا خاتمہ کیا جائے۔ انہوں نے جبری گمشدگیوں سے متعلق پہلے کمیشن کی 2010ء کی رپورٹ کے علاوہ 2012ء میں پاکستان کا دورہ کرنے والے اقوام متحدہ کے جبری گمشدگیوں سے متعلق ورکنگ گروپ کی رپورٹ کو عام کرنے کا بھی مطالبہ کیا۔

وزیر برائے انسانی حقوق شیریں مزاری نے جبری گمشدگیوں کی مذمت کی اور یقین دلایا کہ یہ معاملہ پارلیمنٹ میں اٹھایا جائے گا۔

(نامہ نگار)

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

☜ آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا۔

جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔

☜ آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتے تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

پاکستان میں اظہار رائے کی آزادی پر پابندیاں

ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ (اگست 2018)

تعارف

گزشتہ کئی ماہ کے دوران صحافیوں، بشمول رپورٹروں، ایڈیٹروں اور اینکرز کی ایک بڑی تعداد نے پاکستان میں پرنٹ اور نشریاتی میڈیا میں آزادی اظہار میں وسیع مداخلت کا بارہا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ، ڈان کی فروخت اور ترسیل سے منسلک افراد بشمول اخبار کے ہاکرز اور ریٹیلرز نے مینجمنٹ کی اس شکایت کی تائید کی ہے کہ ملک بھر میں اخبار کی ترسیل میں غیر قانونی مداخلت کا سلسلہ جاری ہے۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کو میڈیا کے مختلف افراد کے علاوہ ڈان کی مینجمنٹ کی جانب سے ایک تفصیلی شکایت موصول ہوئی، جس کے بعد کمیشن نے ایک آزادانہ فیکٹ فائنڈنگ مشق کا انعقاد کیا۔ یہ رپورٹ اسی فیکٹ فائنڈنگ مشن کا ماحصل ہے۔ یہ مشق ایک خاص طور پر تیار کیے گئے سوالنامے پر مبنی تھی جس کا مقصد آزادی اظہار پر عائد پابندیوں کی نوعیت کا اندازہ لگانا تھا (ضمیمہ 1 دیکھیے)۔ ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ ٹیم نیلو چستان، گلگت-بلتستان، دارالحکومت اسلام آباد، پنجاب اور سندھ میں پرنٹ اور نشریاتی میڈیا سے وابستہ افراد کے انٹرویو کیے۔

ان انٹرویوز کے دوران، بہت سے افراد نے نام ظاہر نہ کرنے کی درخواست کی اور ہم ان کی خواہش کا احترام کرتے ہیں۔ انٹرویو دینے والے بہت سے افراد نے خاص طور پر ریاستی اور/ انٹیلی جنس ایجنسیوں کا ذکر بھی کیا ہے۔ ایچ آر سی پی یہ واضح کرنا چاہتا ہے کہ میڈیا کی جانب سے جن وسیع تحفظات کا اظہار کیا ہے ان کے بارے میں ان ایجنسیوں کو درست طریقے سے آگاہ کیا جائے گا اور اس دوران انٹرویو دینے والے افراد کی نام ظاہر نہ کرنے کی درخواست پر سختی سے عمل کیا جائے گا۔

ایچ آر سی پی نے اسی قسم کی مداخلتوں کا مشاہدہ دی نیوز کی ترسیل اور جیو ٹی وی کی نشریات میں بھی کیا۔ اپریل میں جیو ٹی وی کو کسی مناسب وضاحت کے بغیر پہلے بند اور پھر بحال کر دیا گیا۔ چونکہ کمیشن سے براہ راست کسی نے رابطہ نہیں کیا تھا اس لیے اس نے اس وقت ان واقعات کی تحقیقات نہیں کی تھی، لیکن تب سے اسے ایسے شواہد ملے ہیں جو ناروا مداخلت کو ثابت کرتے ہیں۔

25 جولائی 2018ء کو ہونے والے عام انتخابات سے، چند علاقوں میں نہ صرف ڈان بلکہ دی نیوز، جنگ، اور نوائے وقت کی ترسیل پر پھر سے پابندیاں دیکھنے میں آئی ہیں۔ ایچ آر سی پی اپنی تحقیقات کی بنیاد پر پاکستان کی وفاقی اور صوبائی حکومتوں اور تمام ریاستی اداروں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس رپورٹ میں پیش کی گئی شکایات کا مناسب نوٹس لیں اور آزادی اظہار میں ناجائز، غیر قانونی اور خلاف قانون مداخلت کی ممانعت اور روک تھام کو یقینی بنائیں۔

پرنٹ میڈیا میں ترسیل پر پابندیاں اور کاروبار پر اثرات

ڈان کی ترسیل پر پابندیوں سے متعلق ایچ آر سی پی کی تحقیقات کا آغاز اس وقت ہوا جب کمیشن کو ڈان مینجمنٹ کی جانب سے ایک رسمی درخواست موصول ہوئی جس میں صورتحال کا آزادانہ تجزیہ کرنے کی درخواست کی گئی اور کہا گیا کہ:

ڈان کو ان کمرشل اور رہائشی علاقوں میں اپنے اخبارات کی ترسیل کے حوالے سے مسلسل دھمکیوں کا سامنا ہے جو افواج پاکستان سے منسلک ہیں...... ہمارا ماننا ہے کہ اخبار کو آزاد ہونے اور ایک جرأت مندانہ ادارتی پالیسی رکھنے کی سزا دی جا رہی ہے۔

ایچ آر سی پی کی جانب سے بلوچستان، پنجاب اور سندھ میں ڈسٹری بیوٹروں سے کیے گئے انٹرویو ڈان کی جانب سے عائد کیے گئے الزامات کی تصدیق کرتے ہیں۔ 12 مئی 2018ء کو سابق وزیر اعظم نواز شریف کا انٹرویو شائع کیے جانے کے بعد سے مخصوص شہروں اور قصبوں میں ڈان کی ترسیل بند ہے۔ ہاکر اور سیلز ایجنٹوں کو ڈان کی کاپیوں کی باقاعدہ خریداروں کو ترسیل کے دوران مسلسل ہراسانی، دھمکیوں اور جسمانی جبر کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ ڈان کی مینجمنٹ کی جانب سے موصول ہونے والی تفصیلی رپورٹ کے لیے ضمیمہ 2 دیکھیں جس میں ملک بھر میں ترسیل میں حائل رکاوٹوں کی وسعت کی نشاندہی کی گئی ہے۔

آزاد جموں و کشمیر، بلوچستان اور خیبر پختونخوا

چکدرہ (کے پی) اور باغ (اے جے کے) میں سادہ کپڑوں میں ملبوس افراد نے سیلز ایجنٹوں سے رابطہ کیا جنہوں نے انہیں ڈان فروخت نہ کرنے کو کہا اور ان کے صارفین سے متعلق معلومات طلب کیں۔

تربت، گوادر اور سبی میں ڈان کی ترسیل 15 مئی سے کمی کا شکار ہے۔ کوئٹہ کے کینٹ کے علاقوں میں ہاکرز کا کہنا ہے کہ ان کی تلاشی لی گئی اور ڈان کی کاپیاں قبضے میں لے لی گئیں۔

پنجاب

میانوالی کے ایک سیلز ایجنٹ کے مطابق، اسے ڈان اخبار کی ترسیل پر دھمکیاں دی گئیں۔ اوکاڑہ کینٹ میں سیلز ایجنٹوں کو ملنے والی دھمکیوں کے بعد سے ڈان مکمل طور پر بند ہے۔ لاہور، جہلم، کھاریاں، اور راہوالی میں ہاکرز کو خبردار کیا گیا کہ وہ ڈی ایچ اے اور کینٹ کے علاقوں میں ڈان اخبار کی ترسیل نہ کریں۔ اوکاڑہ کینٹ میں ایجنٹ کو دی گئی دھمکیوں کے باعث ڈان کی ترسیل مکمل طور پر بند ہے۔ انتخابات سے، نہ صرف ڈان بلکہ دی نیوز، جنگ اور نوائے وقت کی ترسیل پر پابندیوں میں تشویش ناک حد تک اضافہ ہوا ہے۔ ڈی ایچ اے میں ان اخبارات کی ترسیل کرنے والے کم از کم چار ہاکرز نے بتایا کہ ڈی ایچ اے حکام نے انہیں ایسا نہ کرنے کی ہدایت کی تھی۔

سرگودھا اور سرائے عالمگیر میں بھی ترسیل روک دی گئی۔ اسی طرح، فیصل آباد اور ڈیرہ غازی خان میں سکیورٹی ایجنسیوں کے دفاتر کو ترسیل بند کر دی گئی۔ ملتان میں، ڈان کے ہاکرز کو کینٹ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی گئی اور انہیں خریداروں سے متعلق معلومات فراہم کرنے کو کہا گیا۔ چنیوٹ میں ڈان اخبار کے ایک ڈسٹری بیوٹر کو انٹیلی جنس سروسز کے ایک انسپکٹر نے طلب کیا اور اخبار کی ترسیل جاری رکھنے کی صورت میں کارروائی کی دھمکی دی۔

سندھ

ڈان کے ایک سیلز ایجنٹ جو لاڑکانہ اور قمبر شہداد کوٹ میں گزشتہ کئی سالوں سے کام کر رہے تھے، کو 14 مئی 2018ء سے مسلسل ہراسانی اور دھمکیوں کا سامنا ہے۔ تب سے انہیں ان کے ضلع میں اخبار کی ترسیل کی اجازت نہیں ہے۔

حیدرآباد میں سکیورٹی ایجنسیوں نے سیلز ایجنٹوں کو خبردار کیا کہ وہ ان کے دفاتر اور اسکولوں میں ڈان اخبارات کی ترسیل نہ کریں۔ نواب شاہ میں انہوں نے اخبار وصول کرنے سے انکار کر دیا اور ایجنٹ کو خبردار کیا کہ وہ شہر اور ملحقہ علاقوں میں اخبار کی ترسیل نہ کرے۔ اسی طرح پنوں عاقل میں سکیورٹی ایجنسیوں نے اخبار وصول کرنے سے انکار کر دیا اور سیلز ایجنٹ کو خبردار کیا کہ وہ ان کے دفاتر میں اخبار کی کاپیاں نہ بھیجے۔

ترسیل پر پابندیوں کے کاروبار پر اثرات

مزید اشتہارات دینے سے انکار نے اخبارات کو بری طرح متاثر کیا ہے اور مسلسل پابندیوں نے شفاف صحافت پر شدید منفی اثرات مرتب کیے ہیں۔ اس کا اثر عملے کے اراکین پر بھی پڑا ہے جن میں سے کچھ نے یا تو کام کرنے سے انکار کر دیا ہے یا وہ ملازمت چھوڑ گئے ہیں۔

اس صورتحال نے اخبارات کو شدید مشکلات سے دوچار کر دیا ہے، جبکہ انہیں مذہبی بنیاد پرستوں، علیحدگی پسندوں اور قوم پرست یا سیاسی جماعتوں کی خبر شائع نہ کرنے پر بھی ان کے عہدے داروں کی جانب سے دھمکیوں کا سامنا رہتا ہے۔

اکتوبر 2016ء سے ڈان کو سکیورٹی ایجنسی سے متعلقہ اداروں بشمول ڈی ایچ اے اور دیگر کمرشل اداروں کے اشتہارات پر مکمل پابندی کا سامنا ہے۔

براڈ کاسٹ میڈیا میں نشریات پر پابندی اور کاروبار پر اثرات

ایچ آر سی پی نے ایسے کئی واقعات قلمبند کیے ہیں جن میں کیبل آپریٹروں کا کہنا تھا کہ انہیں مخصوص چینلز بند کرنے کو کہا گیا۔

- ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ایک کیبل آپریٹر کو ایک شخص نے طلب کیا جو خود کو سکیورٹی ایجنسیوں کا اہلکار بتاتا تھا، آپریٹر کو جیو نیوز اور ڈان نیوز بند کرنے کو کہا گیا۔ ان کے پاس اس ہدایت پر عمل درآمد کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کیونکہ انہیں خوف تھا کہ ان کا کاروبار بند یا اس پر حملہ کر دیا جائے گا۔
- ملتان میں ایک کیبل نیٹ ورک کمپنی کے سی ای او کو سکیورٹی ایجنسیوں کے ایک اہلکار کی جانب سے کالز موصول ہوئیں جن میں انہیں خبردار کیا گیا کہ وہ چند چینلز کی نشریات بند کر دیں، خاص طور پر جیو ٹی وی کو آخری نمبروں پر لے جائیں اور بول اور اے آر وائے کو شروع میں لے آئیں۔
- گلگت-بلتستان میں ایک کیبل نیٹ ورک کے مینجنگ ڈائریکٹر سے ایک انٹیلی جنس ایجنسی کے اہلکار نے چار بار رابطہ کیا پہلے اُنہیں کہا جیو کو آخری نمبروں پر لے جائیں اور پھر کہا کہ اسے بند کر دیں۔ انہیں دو مرتبہ ان کا کاروبار بند کرنے کی دھمکی دی گئی اور بالآخر انہیں مجبوراً ہدایت پر عمل کرنا پڑا۔

جہاں تک ٹیلی ویژن چینلز کا تعلق ہے، ان کی نشر کرنے کی قابلیت کے حوالے سے پائی جانے والی موجودہ بے یقینی کا مطلب یہ ہیکہ وہ طویل المدتی اشتہارات کے معاہدوں سے محروم ہو گئے ہیں۔ انٹرویو دینے والے کم از کم دو افراد نے اس بات کی تصدیق کی کہ اس سے وہ مالی طور پر غیر مستحکم ہو گئے ہیں اور وقت پر تنخواہیں دینے کے قابل نہیں ہیں۔ چھوٹے ٹی وی چینلوں میں ایک عام تصور یہ پایا جاتا ہے کہ اگر جیو ٹی وی جیسے نامور میڈیا ہاؤس کو نشریات کی بندش کی شکل میں نشانہ بنایا جاسکتا ہے، جس سے یہ بات یقینی ہے کہ اس کے ان کا کاروبار شدید متاثر ہوگا اور انہیں اپنے اخراجات کم کرنے پڑیں گے (پڑھیں: ملازمین کی برطرفی)، تو پھر ان کے پاس بھی عمل درآمد کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔

پرنٹ اور براڈ کاسٹ میڈیا میں آزادی اظہار پر پابندیاں

متعدد اخبارات کے مالکان نے اسٹیبلشمنٹ کی جانب سے پریس ہدایات موصول ہونے، مداخلت اور دھمکیوں کی تصدیق کی۔ صحافتی امور سے متعلق ہدایات پر عمل درآمد نہ کرنے کے نتیجے میں مالکان کو جسمانی دھمکیوں اور ریونیو سے محرومی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اظہار رائے منظّم پابندیوں کا کئی علاقوں میں مشاہدہ کیا گیا۔ صحافیوں اور ان کی مینجمنٹ دونوں کا کہنا ہے کہ ان پر ریاستی اداروں کا شدید دباؤ ہے اور لوگ انتقامی کارروائی کے خوف کے باعث مزاحمت کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ ایک عام تصور یہ ہے کہ میڈیا کو ملکی تاریخ کی بدترین سنسرشپ کا سامنا ہے۔

صحافتی امور سے متعلق ہدایات اور دھمکیاں

گلگت بلتستان (جی بی)

جی بی کے کئی ایڈیٹرز اور رپورٹرز نے کہا کہ انہیں صحافتی معاملات کے متعلق ہدایات ملتی ہیں اور ان پر عملدرآمد نہ کرنے کی صورت میں سنگین نتائج کی دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ قوم پرستوں کو کوریج دینے اور ریاستی و حکومتی اداروں پر تنقیدی رپورٹنگ پر بہت سے لوگوں کو واضح تنبیہ کی گئی۔ انٹرویو دینے والے سب صحافیوں کا خیال تھا کہ جی بی میں صحافت کی آزادی پر بہت زیادہ قدغنیں اور دھونس و دھمکیوں نے خوف اور جبر کا ماحول پیدا کیا ہوا ہے۔

ایک مدیر اور پبلشر کو عدم تعمیل کے سنگین نتائج بھگتنا پڑے ہیں۔ جی بی کے محکمہ اطلاعات نے انہیں زبانی آرڈر دیا تھا کہ وہ قوم پرستوں کو کوریج نہ دیں۔ رشوت کی پیشکش اور پانچ بار قتل کی دھمکیاں ملنے کے باوجود انہوں نے اس ہدایت کی تعمیل کرنے سے انکار کر دیا۔ محکمہ اطلاعات نے ایڈورٹائزرز کو ہدایت کی کہ وہ ان کے اخبار کو اشتہارات نہ دیں اور واجبات کی ادائیگی بھی نہ کریں۔ ان کے اخبار پر پابندی لگا دی گئی۔ ان کے خلاف انسداد دہشت گردی ایکٹ کے تحت مقدمہ درج کر لیا گیا اور ان پر غیر ملکی خفیہ ایجنسی سے فنڈز لینے کا الزام عائد کیا گیا۔ انہیں گرفتار کر لیا گیا اور اپیلوں کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

گلگت میں ایک سب ایڈیٹر کو سرکاری محکموں سے، ملاقاتوں کے دوران اور بعد میں، مسلسل ہدایات مل رہی ہیں۔ انہیں سوشل میڈیا پر عوامی شعور سے متعلقہ خبریں یا دیگر مواد اپ لوڈ کرنے سے منع کیا جاتا ہے۔ انہیں فون پر سنگین نتائج کی دھمکیاں اور سوشل میڈیا پر تنبیہی پیغامات بھیجے گئے ہیں۔ انہیں سینئر سرکاری عہدیداروں نے حکومتی محکموں میں ملازمت کی پیشکش بھی کی ہے۔

ایک روزنامہ کے ایڈیٹر نے ایسے چھ واقعات کا ذکر کیا جن میں انہیں ان کی رپورٹس، خاص طور پر عوامی ایکشن کمیٹی سے متعلق رپورٹس کے حوالے سے ہدایات جاری ہوئی تھیں۔ ان کی ان رپورٹس کو قابل اعتراض قرار دیا گیا تھا۔ انہیں ضلعی انتظامیہ کی جانب سے دو بار گرفتاری یا جسمانی حملے کی دھمکی کا سامنا کرنا پڑا۔

دو روزنامہ اخبارات کے خصوصی نمائندہ سے تین بار رابطہ کیا گیا اور تینوں بار ہی انہیں لاپتہ کرنے کی دھمکی دی گئی۔ ان پر دو بار حملہ کیا گیا جن میں وہ زخمی ہوئے۔ پولیس اسٹیشن گلگت اور ٹرانسپورٹیشن کارپوریشن شمالی علاقہ جات نے نہیں رشوت کی پیشکش بھی کی۔ انہیں اپنی ملازمت سے مستعفی ہونے پر مجبور کیا گیا۔

ایک کرائم رپورٹر کو چھ ماہ تک اپنے نام کے بغیر رپورٹیں لکھنا پڑیں کیونکہ ان کے ایڈیٹر کو ان کی رپورٹیں شائع نہ کرنے کو کہا گیا تھا۔ انہیں کئی بار جان سے مارنے کی دھمکی بھی ملی۔ بعض دفعہ فون پر جبکہ بعض دفعہ روبرو آ کر دھمکیاں دی گئی اور ان پر قاتلانہ حملہ بھی ہوا۔ انہیں تحصیل گلگت میں ایک حکومتی اہلکار نے بطور رشوت روپے دینے جبکہ پولیس اہلکاروں نے سرکاری ملازمت کی پیشکش بھی کی۔

پریس کلب کے ایک رکن کو ان کے دوستوں کے ذریعے، سرکاری عہدیداروں کی جانب سے کئی بار ہدایات موصول ہوئیں۔ انہیں حکومتی محکموں میں کرپشن کی رپورٹنگ پر محتاط رہنے کی ہدایت کی گئی۔ انہیں ان کے دوستوں کے ذریعے ہی دھمکیاں دی گئیں، ان کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈہ کیا گیا اور ملازمت کی پیشکش بھی کی گئی۔

گلگت پریس کلب کے ایک سابق رکن اور رپورٹر نے کئی مواقع پر زبانی اور تحریری ہدایات موصول ہونے کی تصدیق کی۔ ان کے بقول، انہیں یہ ہدایات اتفاقی ملاقاتوں کے دوران اور سرکاری مراسلوں کے ذریعے دی گئیں۔ ہدایات محکمہ تعلقات عامہ کے ڈائریکٹر، قانون نافذ کرنے والے ادارے کے اہلکاروں اور محکمہ اطلاعات کے ذریعے دی گئیں۔ ہدایات کی پاسداری نہ کرنے کی صورت میں سکیورٹی ایجنسیوں نے ان کے خلاف تحقیقات شروع کر دیں۔ ان کے خلاف ایک جھوٹی ایف آئی آر درج کی گئی جو بعد ازاں خارج ہو گئی۔

اسلام آباد

ایک سینئر اینکر پرسن نے کہا کہ انہیں ٹی وی کی مینجمنٹ کی ذریعے اکثر صحافتی ہدایت ملتی رہتی ہے جس کے نتیجے میں اب اس نے خود پر سنسرشپ عائد کر لی ہے اور وہ یہ محسوس کرتی ہیں کہ اس چیز نے ان کی ذاتی ساکھ کو بہت زیادہ متاثر کیا ہے۔ پسند و ناپسند کی بنیاد پر سیاستدانوں کے خلاف قانون کے اطلاق جیسے معاملات پر اب انہوں نے خود کو صرف متعلقہ واقعے کو بیان کرنے تک محدود کر لیا ہے اور کسی قسم کی رائے یا تجزیے کے اظہار سے گریز کرتی ہیں، مگر ان کے خیال میں اس طرح کرنے سے ٹاک شو کا مقصد ہی ختم ہو جاتا ہے۔ پانامہ کیس ان 'حساس' معاملات میں شامل ہے جن پر انہوں نے پروگرام کیے۔ ان کے بقول، پانامہ کیس پر انہیں بتایا گیا کہ عدلیہ کے متعلق انہیں کیا بولنا ہے (یا کیا نہیں بولنا)۔ عدالتی فیصلوں یا ججوں کے طرز عمل پر تنقید سے آپ کو اس حد تک مشکل کا سامنا کرنا پڑ سکتا کہ جب کبھی انہوں نے لفظ 'چیف جسٹس' استعمال کیا تو نشریات کے دوران ان کی آواز بند کر دی گئی۔ ان کے بقول اسٹیبلشمنٹ جن دیگر موضوعات کو پسند نہیں کرتی ان میں پی ٹی آئی پر تنقید (جس کے بعد آپ کو اکثر سوشل میڈیا پر کردار سازی کی مہم کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے) اور سیکیورٹی ایجنسیوں پر نقطہ چینی کرنا ہے۔

ایک اور سینئر اینکر پرسن نے کہا کہ صحافتی ذمہ داریوں کے حوالے سے ہدایات مینجمنٹ کے ذریعہ دی جاتی ہیں اور یہ کہ ابتدائی مرحلے پر موضوع پر ان کا کنٹرول ہونے کے باوجود اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اسے ریکارڈ کروں، تاہم، پھر بھی اس بات کی کوئی ضمانت نہیں کہ پروگرام یا اس کا کتنا حصہ نشر ہوگا۔ بسا اوقات مینجمنٹ یہ کہہ دیتی ہے کہ "تکنیکی خامیوں" کی وجہ سے یہ پروگرام نشر نہیں ہوسکتا۔ ان کے مطابق، سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ مینجمنٹ یہ فیصلہ

لیتے وقت اینکر پرسن کو اعتماد میں نہیں لیتی کہ اسے کیا کہنا ہے یا کیا نہیں کہنا۔ انہوں نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ مینجمنٹ ان کے پروگرام کی کانٹ چھانٹ کرکے جو مواد نکالتی ہے اسے ملٹری اسٹیبلشمنٹ کو پیش کرتی ہے تاکہ وہ اس کی تائید حاصل کرسکے۔ ان کا کہنا تھا کہ مینجمنٹ کے اقدام کی وجہ سے وہ اور زیادہ غیر محفوظ ہو جاتا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ یہ کھیل دونوں طرف سے کھیلا جاتا ہے: اسٹیبلشمنٹ اینکر کو مواد کی ریکارڈنگ دکھاتی ہے جو مینجمنٹ نے کانٹ چھانٹ کرکے اسے پیش کی ہوتی ہے۔ سیکیورٹی ایجنسی اینکر کو وہ ریکارڈنگ بطور 'شہادت' دکھاتی ہے تاکہ اسے یہ باور کرایا جائے کہ مینجمنٹ اس کے ساتھ مخلص نہیں ہے، اور نتیجے میں وہ ملازمین اور مینجمنٹ کے درمیان پھوٹ ڈالتے ہیں۔

انتخابات سے پہلے، ٹی وی چینل کے ایک ٹی وی نیوز چینل کے نیوز ڈائریکٹر نے بتایا کہ انہیں اس حد تک ہدایات دی جاتیں ہیں کہ انہیں کہا جاتا ہے کہ وہ پی ٹی آئی کی ریلیوں کو زیادہ جبکہ پی ایم ایل این کی تقریبات کو برائے نام کوریج دیں۔ انہوں نے مزید بتایا کہ، 'چائے کا دوستانہ کپ'۔۔۔۔ ریاستی ایجنسیاں صحافیوں کو طلب کرنے کے لیے جو مہذب طریقہ استعمال کرتی ہیں، جن مسائل پر گفتگو ہوتی ہے ان میں سیاسی وسلامتی اموری کوریج سے متعلقہ سوالات، بعض ادارتی پالیسیاں، اور یہاں تک کہ رپورٹرز کے ذرائع شامل ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ ایسی نشستوں میں انہیں واضح دھمکیاں دینے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ وقت بوقت دی جانے والی ہدایات کی پاسداری کے عوض تقریبات اور شخصیات تک رسائی کا وعدہ کیا جاتا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ ہدایات کی 'عدم تعمیل' کا عمومی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ گمنام سوشل میڈیا اکاؤنٹس اور سوشل نیٹ ورکنگ پلیٹ فارموں سے پروپیگنڈہ کی مذموم مہم شروع ہوجاتی ہے جو صحافیوں پر تشدد کی ترغیب کی حد تک جاسکتی ہے۔ (ڈیجیٹل میدان میں اظہار رائے کی آزادی پر پابندیوں کے تفصیلی احوال کے لیے ضمیمہ نمبر 3 ملاحظہ کریں)

ایک سینئر صحافی اور اینکر جو اکثر سول ملٹری تناؤ پر رپورٹنگ کرتے ہیں، صحافتی امور سے متعلق دی جانے والی ہدایات کے طریقہ کار اور دھمکیوں کو کچھ اس طرح سے بیان کرتے ہیں۔ ان کے کیس میں، یہ عمل "خاکی پاور" جیسے ناموں والے اکاؤنٹس سے بھیجی گئیں ای میلز سے شروع ہوا۔ اس کے بعد ان کی بیوی سمیت ان کے خاندان کی دیگر خواتین کو دھمکی آمیز کالز (اکثر آدھی رات کو) موصول ہوئیں۔ جب کال کرنے والے ایک شخص نے انہیں طنزیہ طور پر "نہایت دلیر" کہا اور انہیں چیلنج کیا کہ وہ گھر سے باہر آئیں، تو انہوں نے پولیس میں رپورٹ درج کرائی۔ مجرم کو گرفتار کرلیا گیا، لیکن اس نے دعویٰ کیا کہ یہ محض ایک "مزاقیہ کال" تھی۔

مذکور صحافی کا کہنا ہے کہ اگلے مرحلے میں انہیں غیرملکی فون نمبروں سے مشتبہ کالز موصول ہوئیں۔ اس کے بعد انہیں ایک سویلین ایجنسی کی جانب سے ایک کال موصول ہوئی جس میں کہا گیا کہ ان کے خلاف "ایک سنگین نوعیت کا مقدمہ" درج کیا جارہا تھا۔ ایجنسی کے اہلکار کے ساتھ ملاقات کے وقت انہیں بتایا گیا کہ ان کا تعلق منشیات کے بین الاقوامی کاروبار سے جوڑا گیا تھا؛ انہیں یقین دلایا گیا کہ یہ ایک انتہائی پیچیدہ صورتحال تھی اور یہ کہ اس سے "نمٹنے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے"، لیکن انہیں "ایک معزز شخص" سے بات کرنی چاہئے جو یہاں آرہا ہے۔ مزکور معزز شخص، جس کے بارے میں صحافی نے الزام لگایا کہ اس کا تعلق انٹیلی جنس ایجنسی سے تھا، نے انہیں "نہایت شائستگی سے" کہا کہ انہیں ریاستی ایجنسیوں پر تنقید نہیں کرنی چاہئے اور یہ کہ ایک "نامور صحافی" ہونے کے ناتے وہ نادانستہ طور پر "غیرملکی نیٹ ورکس کے ہاتھوں استعمال ہو رہے ہیں"۔ اس گفتگو کا پیغام بالکل واضح ہے۔

انٹرویو دینے والے صحافی، جن کا دعویٰ ہے کہ حالیہ برسوں میں انٹیلی جنس ایجنسیاں زیادہ انتقام پسند ہوگئی ہیں، پر الزام عائد کرتے ہیں کہ انہیں لوگوں کے ذاتی ڈیٹا تک رسائی حاصل ہے جو انہیں نہ صرف صحافیوں، بلکہ ججوں، وکلاء، تاجروں اور ایسے کسی بھی شخص کو ہراساں کرنے کے قابل بناتی ہے جسے وہ "خطرہ" سمجھتے ہوں۔ وہ اسے "خوف کا نظام" قرار دیتے ہیں کیونکہ یہ نہ صرف کھلی جارحیت بلکہ بالواسطہ دھمکیوں پر بھی انحصار کرتا ہے: رشتے دار خواتین کو "آسان ہدف" سمجھنا؛ ذاتی، خاندانی یا قانونی مسائل کے حل (یا درحقیقت اضافے) کے وعدے؛ بطور "تنبیہ" سوچے سمجھے منصوبے کے تحت صحافیوں پر حملوں کی تصاویر شائع کرنا۔ انٹرویو دینے والے ایک اور شخص کا مزید کہنا ہے کہ اس نظام کا ایک اور پہلو سیکیورٹی ایجنسیوں کی جانب سے جاری ہونے والے "خطرے کی وارننگز" ہیں، اس لیے نہیں کہ انہیں واقعی کوئی خطرہ ہوتا ہے بلکہ اس کا مقصد یہ تاثر قائم کرنا ہوتا ہے کہ ایسا ہو بھی سکتا ہے۔ یہ ان کے اور ان کے پیشے کے لیے ایک موثر پیغام ہوتا ہے کہ وہ ان کی پالیسیوں کو من وعن قبول کریں۔

ریاستی ایجنسیوں کی جانب سے صحافیوں کو دھمکانے کے لیے ڈیٹا کا استعمال اس وقت بھی اتنا ہی موثر ہوتا ہے جب اس کے لیے دیگر طریقے استعمال کیے جائیں، مثال کے طور پر اس وقت جب ڈیٹا تک رسائی روک دی جائے۔ ایک سینیئر صحافی جن کی کار پر حملہ کیا گیا، نے واقعے کی اطلاع پولیس کو دی، لیکن انہیں بعد میں ایک پولیس افسر نے رازداری کی شرط پر بتایا کہ ان کی تحقیقات کی "حمایت نہیں کی جارہی"۔ جیوفینسنگ رپورٹ جو انہیں ان مجرموں کی شناخت میں مدد دے سکتی تھی جنہیں سی سی ٹی وی کیمرے میں موبائل فون سے ویڈیو بناتے دیکھا گیا تھا، انٹیلی جنس ایجنسیوں کے پاس تھی اور پولیس کو فراہم نہیں کی گئی تھی۔ یوں پولیس کی تحقیقات کو کامیابی سے روک دیا گیا تھا۔

ایک اور نیوز چینل سے وابستہ صحافی اس طرز عمل کی تصدیق کرتے ہیں۔ وہ الزام عائد کرتے ہیں کہ ان کے ایک بیان پر کہ ایک مناسب قانونی فریم ورک کے تحت ریاستی ایجنسیوں کو ان کی کارروائیوں پر جوابدہ بنانا چاہئے، مذکور صحافی، ان کی والدہ اور ان کی اہلیہ کو دھمکی آمیز فون کالز موصول ہونا شروع ہوگئیں۔ ایک مرتبہ انہیں "افغانستان" سے ایک شخص کی کال موصول ہوئی جو اپنا نام "عبداللہ" بتاتا تھا۔ صحافی کا کہنا ہے کہ لفظ "افغانستان" پر زور دینا عجیب، لیکن دانستہ تھا، کیونکہ اس کا شعبہ اس ملک یا شدت پسندی سے متعلقہ معاملات کا احاطہ نہیں کرتا تھا۔ استعمال کیے گئے جملوں میں سے ایک یہ تھا کہ "ہم جانتے ہیں کہ تم کون ہو اور تمہارے بچے کہاں پڑھتے ہیں"۔ ان کے آفیشل اکاؤنٹ پر بھیجی گئی ایک ای میل میں کہا گیا کہ "تم محض ایک چھوٹی سی غلطی پر نظروں میں آگئے تھے"۔ اس مرتبہ تم آگ سے کھیل رہے ہو۔" غیر حیران کن طور پر، صحافی کے اہل خانہ اس قدر خوفزدہ ہوگئے کہ انہوں نے انہیں صحافت ترک کرنے کو کہا، تاہم انہوں نے ایسا نہ کیا۔

یہ بات قابل غور ہے کہ جب انٹرویو دینے والے ایک صحافی سے پوچھا گیا کہ کسی سیاسی جماعت پر تنقید کرنے پر اس کی جانب سے دھمکی موصول ہوئی تو ان کا یہ کہنا تھا کہ سیاسی جماعتیں "صحافیوں کو دھمکی دینے کی حالت میں نہیں ہوتیں۔" جو صحافی ان کی آشیرباد سے محروم ہوجائے وہ اس کا بائیکاٹ کرسکتی ہے یا وہ کسی اینکر پرسن کو انٹرویو دینے سے انکار کرسکتی ہے، لیکن دھمکیاں دینے پر بنیادی طور پر ریاستی ایجنسیوں کو "اجارہ داری" حاصل ہے۔

پنجاب

صحافی، کالم نگار اور ایک نامور نیوز چینل کے اینکر کا کہنا ہے کہ انہیں اہم سیاسی اور قومی مسائل، بشمول پاناما ٹرائل، نواز شریف کی نااہلی اور گرفتاری، نیب ریفرنسز، پشتون تحفظ تحریک (پی ٹی ایم) اور مذہبی جماعتوں کے دھرنوں کے حوالے سے لاتعداد مرتبہ صحافتی امور سے متعلق ہدایات موصول ہوئیں۔ ہدایات عام طور پر چینل کی مینجمنٹ، سیکیورٹی ایجنسیوں، مذہبی جماعتوں جیسے کہ تحریک لبیک یا رسول اللہ، جماعت الدعوۃ وغیرہ کی جانب سے موصول ہوئیں، جو مخصوص سیاسی بیانیے / حکمت عملی اور سنسرشپ عائد کرنے سے متعلق تھیں۔ مثال کے طور پر، پی ٹی ایم کے اجتماعات کو کوریج نہ دینے، پی ایم ایل-ن کی اعلی قیادت کے خلاف ناشائستہ زبان استعمال کرنے، اور نواز شریف کے لیے "مجرم" کا لفظ استعمال کرنے کو کہا گیا۔

ایک اخبار اور نیوز چینل کے کالم نگار کو بھی کئی مرتبہ ٹیلی فون یا ملاقات کے ذریعے صحافتی امور سے متعلق مخصوص ہدایات موصول ہوئیں۔ عمل درآمد سے متعلق دباؤ وارننگ اور خفیہ دھمکیوں کے ذریعے ڈالا جاتا ہے۔

ایک اور سینئر کالم نگار نے بتایا کہ انہیں فون یا ملاقات کے ذریعے کئی مرتبہ صحافتی امور سے متعلق مخصوص ہدایات موصول ہوئیں جن میں کہا گیا کہ وہ (الف) نواز شریف یا پی ایم ایل-ن کو کوریج نہ دیں (ب) عدلیہ اور فوج کے درمیان کسی بھی تعلق کا ذکر نہ کریں اور (ج) مسلح افواج اور ان کے طرز عمل کے بارے میں تنقید کرنے سے باز رہیں۔ انہوں نے "خودساختہ سنسرشپ" کو "نیا معمول"

قرار دیا۔ ان کا یہ بھی الزام ہے کہ معاشی امور ڈویژن ان کے ادارے کو این او سی دینے سے مسلسل انکار کرتا رہا ہے، جس کے بارے مین ان کا کہنا ہے کہ اس میں بھی سکیورٹی ایجنسیوں کا ہاتھ ہے، اور یہ کہ اس کے نتیجے میں ادارے کو ہر قسم کی فنڈنگ بند ہوگئی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اس کی واضح وجہ یہ تھی کہ انہوں نے رپورٹنگ اور تجزیے کے حوالے سے 'سرکاری پالیسیوں' پاسداری کرنے سے انکار کردیا تھا۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ ریلیف کے لیے حکام سے رجوع کرنا بے سود ہے۔

لاہور میں نیوز چینلز کے ایک نیوز ڈائریکٹر نے بتایا کہ انہیں ریاستی ایجنسیوں کی جانب سے مسلسل ہدایات موصول ہوتی ہیں جن میں انہیں سختی سے کہا جاتا ہے کہ سابق وزیراعظم نواز شریف کا ذکر کرتے ہوئے ان کے لیے لفظ 'مجرم' استعمال کیا جائے۔ ایسے اقدامات کے ذریعیا صل میں پیغام یہ دیا جاتا ہے کہ 'آپ یا تو ہمارے ساتھ ہیں یا ہمارے خلاف ہیں'۔ ایک دوسرے واقعے میں، انٹرویو دینے والے نے بتایا کہ انہیں ریاستی ایجنسیوں کے میڈیا سیل سے، واٹس ایپ پر ایک ہنگامی کال موصول ہوئی، اسے سوات میں اس سال کے اوائل میں پی ٹی ایم کی ریلی میں ڈی ایس این جی ٹیم کسی بھی قیمت پر نہ بھیجنے کی تلقین کی گئی۔

الیکٹرانک میڈیا پر سیکیورٹی اسٹیبلشمنٹ کے تسلط کی شدت پر تبصرہ کرتے ہوئے، ایک کالم نگار اور اینکر نے کہا کہ:

الیکٹرانک میڈیا کو اسٹیبلشمنٹ نے اپنے قبضے میں لے لیا ہے۔ آپ میڈیا کے ہر شعبے میں سنسر شپ کا مشاہدہ کرسکتے ہیں۔ جیو ٹی وی اور ڈان نے مزاحمت کی تھی۔ رونامہ دی نیوز اور جنگ کی ترسیل روک دی گئی اور جیو نے ریاستی ایجنسیوں کی شرائط کے آگے گھٹنے ٹیک دیے۔ روز نام ڈان ابھی تک مزاحمت کررہا ہے۔ تمام ٹی وی شوز کو ریگولیٹ اور مانیٹر کیا جاتا ہے۔ نام نہاد سیکیورٹی ماہرین کے ایک گروہ کو اس کام پر مامور کیا گیا ہے۔ آپ انہیں ہر ٹی وی ٹاک شو میں دیکھ سکتے ہیں۔ اور اینکرز کو بتایا جاتا ہے کہ انہوں نے کن لوگوں کو اپنے پروگرام بلانا ہے اور کن کو نہیں بلانا اور ان سے کون سے سوالات کرنے ہیں۔

میرے اپنے کالم شائع ہونے سیرو کے گئیا وران پر سنسر شپ عائد کی گئی۔ کسی بھی ٹی وی چینل کی نشریات بند کرنے کا طریقہ کار بہت سادہ ہے۔ نچلے اور درمیانے درجے کے ریاستی ایجنسیوں کے اہلکار کیبل مالکان کو فون کال کرتے ہیں۔ پیمرا بے بس ہے۔ 'کوٹ' والوں نے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں: یہ از خود نوٹس کا معاملہ نہیں ہے۔ اختلاف رائے کی جرأت کرنے والوں کے خلاف ایک مذموم مہم جاری ہے۔

اس حوالے سے کمیونیکیشن کا ایک انتہائی دلچسپ سلسلہ ہے:
لاہور میں ٹی وی یا ریڈیو سے منسلک کم ازکم چار صحافیوں نے بتایا کہ ('مہم جو' صحافیوں سے براہ راست رابطہ کرنے کے علاوہ) ریاستی ایجنسی کے میڈیا سیل چینل یا اخبار کے مالکان سے براہ راست بھی رابطہ کرتے ہیں، اور انہیں دھمکی دیتے ہیں کہ اگر انہوں نے بعض شرائط نہ مانیں تو ان کے چینل/پبلیکیشن یا کسی کاروبار کے خلاف نیب یا ایف آئی اے کے ذریعے تحقیقات شروع کی جائیں گی۔ شرائط میں یہ بتایا جاتا ہے کہ انہیں سیاستدانوں کے لیے کن الفاظ کا استعمال کرنا ہے یا انہیں کن تقریبات/ واقعات (خاص طور پر پی ٹی ایم سے متعلقہ) کو کوریج دینی ہے اور کن کو نہیں۔

پنجاب میں ایک پریس کلب کے سیکرٹری نے بتایا کہ ان کے پریس کلب نے کئی احتجاجی مظاہرے کیے جن میں مطالبہ کیا گیا کہ صحافیوں کو ڈرانے دھمکانے والے عناصر کی نشاندہی کرکے انہیں گرفتار کیا جائے۔ ان کا کہنا تھا، البتہ، حکام نے کسی بھی قسم کی کاروائی نہیں کی۔

سندھ

ہدایت ہمیشہ زبانی ہوتی ہے اور یہ فون یا ملاقات کے ذریعے دی جاتی ہے جس میں عام طور پر کہا جاتا ہے کہ کونسا مواد نشر نہیں کرنا۔ مثال کے طور پر، لاپتا افراد، پی ٹی ایم، بلوچ علیحدگی پسندوں، بلوچ حقوق کے کارکن ماما قدیر وغیرہ سے متعلق کہانیاں نشر نہ کرنے کی ہدایت کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ کون سی کہانیوں کو نمایاں کرنا ہے۔ بعض اوقات اخبارات کے عملے کو انٹرویو کے لیے طلب کیا جاتا ہے۔ ایک اخبار کو لگ بھگ 40 سے 50 مرتبہ صحافتی امور سے متعلق ہدایات موصول ہوئیں۔ انٹرویو دینے والے افراد کے مطابق، ہدایات سول بیوروکریٹس، اور بعض اوقات براہ راست قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جانب سے جاری ہوسکتی ہیں۔

عدم تعمیل کا نتیجہ اشتہارات کی بندش اور حتیٰ کہ جسمانی نقصان کی دھمکیوں اور حراست کی صورت میں نکلتا ہے۔ ایک اخبار کو گزشتہ تین سالوں کیدوران کم ازکم 10 مرتبہ دھمکیاں موصول ہوئیں۔ عملے کے چند اراکین کو ریاستی ایجنسیوں نے پوچھ گچھ کے لیے طلب کیا اور ان سے بین الاقوامی فنڈنگ اور علیحدگی پسندوں سیروابط سے متعلق سوالات پوچھے۔

رشوت، عنایات یا مخصوص بیانیہ

اسٹیبلشمنٹ کے سینئر نمائندے اکثر غیر ملکی دوروں، پلاٹوں کی الاٹمنٹ اور دیگر سہولیات، یا پیشہ ورانہ ترقی کی پیشکش کرتے ہیں۔ انٹرویو دینے والوں نے بتایا کہ نغدی رقوم، اشتہارات اور سرکاری ملازمتوں کی پیشکش انتہائی واضح انداز میں کی جاتی ہے۔

لاہور میں ٹی وی یا ریڈیو سے وابستہ کم ازکم چار صحافیوں نے بتایا کہ ریاستی ایجنسی کا میڈیا سیل ان اینکرز دائیں بازو والے خیالات کے حامل اینکرز سے رابطہ کرتے ہیں...... جو اینکرز کرپشن، تضحیک مذہب کے قوانی اور مذہبی اقلیتوں کے حقوق جیسے معاملات پر عوامی جذبات کو ہوا دینے کی اہلیت رکھتے ہیں، جو کہ ان کے پروگراموں کے مواد پر کنٹرول رکھتے ہیں اور وہ نیوز ڈائریکٹرز کے ادارتی کردار کو بائی پاس کرتے ہیں۔ ایسے اینکرز اسٹیبلشمنٹ کی پسند کی خبرین پھیلانے کا براہ راست ذریعہ ہیں۔ انٹرویو دینے والوں کی بات کا لب لباب یہ تھا کہ یہ اینکرز ریاستی ایجنسیوں سے رشوت یا کم ازکم عنایات حاصل کرتے ہیں۔

ملتان میں روزنامہ ڈان کے ایک نمائندے نے دعویٰ کیا انہیں چند موضوعات کو رپورٹ نہ کرنے کے عوض تین پلاٹوں اور چالیس لاکھ روپے کی پیشکش کی گئی۔ ان کے بقول، انہیں یہ پیشکشیں بعض نامعلوم افراد اور سرکاری عہدیداروں نے کی تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ تحقیقاتی صحافت میں طویل مدت تک مداخلت کی جاتی ہے۔

صحافیوں کی یونینوں یا ایسوسی ایشنوں کا کردار

لاہور میں جن صحافیوں کے انٹرویو کیے گیے ان میں سے کم از چار اور اسلام آباد سے ایک نے کہا کہ صحافیوں کی یونینیں تقسیم در تقسیم کا شکار ہونے کے باعث دھونس و دھمکی کے ان واقعات کے خلاف یک زبان ہوکر بولنے کے قابل نہیں ہیں۔ ایک کا کہنا تھا کہ کئی یونینوں نے سمجھوتہ کرلیا ہے یا پھر سخت مئوقف اپنانے سے خوفزدہ ہیں، اور بعض تو اس حد تک چلی جاتی ہیں کہ، متاثر صحافی کو ہی مورد الزام ٹھرا دیتی ہیں۔

2017 میں، راولپنڈی- اسلام آباد یونین آف جرنلسٹس (آر آئی یو جے) نے ایک سینیئر صحافی پر حملے کی تحقیقات کے لیے ایک فیکٹ فائنڈگ کی۔ فیکٹ فائنڈنگ ٹیم کا کہنا تھا کہ انہوں نے اپنی رپورٹ پیش کردی تھی مگر آئی یو جے نے ابھی تک رپورٹ کا باقاعدہ اجراء نہیں کیا۔ جب صحافی نیرپورٹ کے اجراء کی تاخیر پر اعتراض کیا تو انہیں آف دی ریکارڈ بتایا گیا کہ فیکٹ فائنڈنگ ٹیم کے ممبرز کو ہراساں کیا گیا ہے، اور بعض کے گھروں پر چھاپے مارے گئے ہیں، چھاپوں کا مبینہ مقصد فیکٹ فائنڈگ سے متعلقہ مواد حاصل کرنا تھا۔

جون 2018 میں ایک ریاستی ایجنسی کی پریس کانفرنس میں بعض صحافیوں اور سوشل میڈیا کے کارکنوں کو 'ریاست دشمن' اور 'فوج مخالف' قرار دیا گیا اور ایک سلائڈ پر ان کے نام اور تصویریں دکھائیں جس کے بعد پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس (پی ایف یو جے) نیاس اقدام کی شدید مذمت کی۔ ایک سینئر صحافی جس کا نام بھی اس سلائڈ میں تھا، نے کہا کہ اسے کسی طرح پتہ چلا کہ ایجنسی نے آف دی ریکارڈ، سلائڈ استعمال کرنے پر 'افسوس' ظاہر کیا تھا۔ اس نے پی ایف یو جے کو کہا کہ وہ اپنے بیان میں اس چیز کو واضح کردے۔ تاہم اس کے برکس، اس کے فوری بعد، بیان واپس لے لیا گیا۔

ماحصل

صحافیوں کا خیال ہے کہ وہ سنسر شپ اختیار کرنے پر مجبور ہیں اور اب یہ ان کے معمول کا حصہ بن چکی ہے۔ ایک نے تو اس طرز عمل کو 'خوف کے ذریعے کنٹرول" کرنے کا نام دیا ہے، خاص کر جب ان کے اہل خانہ کو 'آسان ہدف' سمجھ کر خوف ہراس کا نشانہ بنایا جارہا ہو۔ یہ صورت حال 'آزاد یا 'خودمختار' میڈیا کی

عکاسی نہیں کرتی۔ صحافیوں کو ڈرانے دھمکانے کا طریقہ کار انتہائی منظم، سوچا سمجھا اور مؤثر ہے۔

اس کے علاوہ، انتخابات کے بعد، اخبار کی ترسیل اور اظہار رائے کی آزادی پر پابندیاں شدید تشویش کا باعث ہیں۔ ایک صحافی کا کہنا تھا کہ کسی فرد کو ایک ریاستی ادارے کو 'برا بھلا' کہنے سے منع کرنا، ایک الگ چیز ہے۔ مگر کسی معاملے کے حقائق رپورٹ کرنے سے منع کرنا...... حالیہ انتخابات کے حوالے سے، اس وجہ سے کہ اس سے کہیں کوئی ریاستی ادارہ بلاواسطہ طور پر زیر بحث نہ آجائے، ایک مکمل طور پر مختلف چیز ہے۔

درحقیقت، اگر میڈیا کے پاس حقائق کو ریاستی اداروں کے لیے 'خطرناک' یا نقصان دہ سمجھا جا رہا ہے تو پھر انٹرویو دینے والے صحافیوں کا بھی یہ الزام توجہ طلب ہے کہ انہیں اداروں کا ذاتی یا حساس معلومات پر تسلط ہے جسے وہ خوف یا لالچ کے آلے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ نئی منتخب حکومت کو چاہیئے وہ اس حقیقت کو تسلیم کرے کہ معلومات پر مکمل کنٹرول کا ناجائز استعمال ہو رہا ہے اور اس کے نتیجے میں آزادانہ سوچ کی جس حد تک حوصلہ شکنی ہو رہی ہے اس پر قابو بھی پائے تا کہ اس کی ساکھ ابتدا ہی سے کوئی حرف نہ آئے۔

اس فیکٹ فائنڈنگ کے مشاہدات کی بنیاد پر، ایچ آر سی پی نئی وفاقی و صوبائی حکومتوں، ان کی انتظامی شاخوں اور دیگر ریاستی اداروں اور محکموں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ: کہ وہ اس رپورٹ میں درج شکایات کا مؤثر نوٹس لیں؛

- ملک میں اظہار رائے کی آزادی میں غیر مجاز و غیر قانونی مداخلت کی روک تھام کے لیے مناسب اقدامات کریں؛
- ٹی وی چینلز اور نیوز پبلیکیشنز کے مالکان کے عزت و امن سے کام کرنے کے حق کا تحفظ کریں؛
- کسی بھی اخبار کی فروخت اور ترسیل میں کوئی مداخلت نہیں ہونی چاہیے، نہ ہی کسی ٹی وی چینل کو دانستہ طور پر بند یا پچھلے نمبرز پر بھیجنا چاہیے۔
- ریاستی ایجنسیوں کی طرف سے صحافتی امور کے متعلق ہدایات جاری کرنے کا سلسلہ فوری طور پر بند ہونا چاہیے۔
- اس قسم کی شکایات کا فوری طور پر ازالہ کیا جائے؛
- معلومات کے حق کے ایکٹ 2017 کے تحت ریاست پر عائد فریضے کی ادائیگی کے لیے صوبائی سطح پر مکمل اور مؤثر انفارمیشن کمیشن قائم کیے جائیں۔

ضمیمہ نمبر:1

سوالنامہ

ضمیمہ نمبر2:

ڈان کی ترسیل پر پابندیاں

یہ ضمیمہ ڈان کی مینجمنٹ کی جانب سے جولائی 2018ء میں موصول ہونے والی رپورٹ سے حاصل کیئے گئے اقتباسات پر مبنی ہے۔ ڈان کی مینجمنٹ نے الزام عائد کیا ہے کہ فوج سے وابستہ "کمرشل اداروں اور اور رہائشی علاقوں" میں ڈان کی ترسیل میں تعطل اور وقتاً فوقتاً بندشوں کی وجہ سے اخبار کی آزادی اظہار کا حق متاثر ہو رہا ہے اور یہ آئین پاکستان کے آرٹیکل 19 کی صریحاً خلاف ورزی ہے، جو پریس کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ:

> ہم ڈان کیخلاف شروع کی گئی مزموم مہم کی بھی مزمت کرتے ہیں جس میں الزام عائد کیا گیا ہے کہ ڈان غدار- پاکستان مخالف اور غیر مخلص ہے۔

اکتوبر 2016ء سے، ملک بھر میں ڈان کی ترسیل کو بندشوں اور رکاوٹوں کا سامنا ہے۔ ہمیں یہ پیغام دیا گیا ہے کہ ڈان کی ترسیل میں کمی ڈان کو سزا دینے کے لیے کی گئی ہے چونکہ ڈان لیکس اور بعد ازاں نواز شریف کے انٹرویو کی اشاعت کے بعد ڈان کو غدار قرار دیا جا رہا ہے۔ اس عرصے کے دوران، پالیسی یہ معلوم ہوتی ہے کہ ڈان کی کاپیوں کی ترسیل بتدریج کم کی جائے اور پھر انہیں "صفر کی سطح پر لایا جائے تا کہ ڈان کو کمزور کیا جا سکے اور اسے سبق سکھایا جا سکے۔"

ڈان کی مینجمنٹ کا کہنا ہے کہ اخبار کی مکمل بندش یا اس کی ترسیل میں خاطر خواہ کمی کے نتیجے میں اسلام آباد ایڈیشن میں 2295 (روزانہ) اور 2297 (اتوار) کاپیوں کی کمی ہو چکی ہے۔ اسلام آباد، راولپنڈی، پشاور، نوشہرہ، ایبٹ آباد، اٹک، ڈی آئی خان، کوٹلی، دینا، راولپنڈی، کوہاٹ، مری، کامرا، مردان، باغ، چکدرہ اور منگلا میں اس کی ان اداروں اور دفاتر کو ترسیل بری طرح متاثر ہوئی ہے جو بنیادی طور پر سکیورٹی یا انٹیلی جنس ایجنسیوں سے وابستہ ہیں۔ دیگر ادارے جن میں ترسیل پر پابندی ہے یا جہاں ترسیل بند ہے ان میں ہیوی انڈسٹریز ٹیکسلا، پاکستان اٹامک انرجی کمیشن، نیسکام، فوجی سیمنٹ اور ہیوی مکینیکل کمپلیکس ٹیکسلا شامل ہیں۔ لاہور ایڈیشن 777 (روزانہ) اور 782 (اتوار) کاپیوں سے محروم ہو چکا ہے اور ریاستی اداروں سے وابستہ رہائشی علاقوں اور تعلیمی اداروں اور لاہور، جہلم، کھاریاں، سرگودھا، قصور، اوکاڑہ، گجراں والا، راہوالی، سرائے عالمگیر، چونیاں، سیالکوٹ، ملتان، بھمبر، شورکوٹ اور فیصل آباد میں موجود اڈوں اور کینٹونمنٹ میں ترسیل پر پابندی عائد ہے۔

اسی طرح، سکیورٹی ایجنسیوں سے وابستہ رہائشی علاقوں اور تعلیمی اداروں کے علاوہ لاڑکانہ، میہڑ، موہن جودڑو، شہدادکوٹ، شاہ نواز بھٹو، رتو دیرو، قمبر علی خان، پنو عاقل، نوشہرو فیروز، سکھر، ڈہرکی، گھوٹکی، نوابشاہ، میر پور خاص، کوٹری، خیر پور ناتھن، کوئٹہ، گڈانی، تربت، گوادر، سبی، مستونگ، قلات، پشین اور سوئی میں واقع اڈوں اور کینٹونمنٹس میں ڈان کو درپیش بندشوں اور رکاوٹوں کی وجہ سے کراچی ایڈیشن میں 859 (روزانہ) اور 1310 (اتوار) کاپیوں کی کمی ہو چکی ہے۔

مینجمنٹ کا کہنا ہے کہ بہت سے شہروں میں انٹیلی جنس ایجنسیاں ہمارے ڈسٹری بیوٹرز کو طلب کرتی ہیں اور "انہیں صاف صاف کہتی ہیں کہ ڈان کو بند ہونا چاہئے" اور یہ کہ "وہ ڈان کی سپلائی کر کے پاکستان مخالف سرگرمی کا ارتکاب کر رہے ہیں۔" مثال کے طور پر، مستونگ اور قلات میں ڈسٹری بیوٹروں کو کہا گیا کہ اگر انہوں نے اگلے دن ڈان کی ترسیل جاری رکھی تو انہیں سنگین نتائج بھگتنا ہوں گے۔ انہیں یہ بھی کہا گیا کہ ان کی وفاداری پہلے پاکستان کے ساتھ ہونی چاہئے نہ کہ ایک "پاکستان مخالف" اخبار کے ساتھ۔

ڈسٹری بیوٹرز کو کہا گیا کہ انہیں "پہلی بار بہت شائستہ طریقے سے وارننگ دی جا رہی ہے اور اگر انہوں نے ہدایات کی عدم تعمیل جاری رکھی تو پھر ان کے ساتھ انتہائی سخت طریقے سے نبٹا جائے گا اور ان کی اور کے اہل خانہ کی زندگی خطرے سے خالی نہیں ہوگی۔" ڈسٹری بیوٹرز نے جب کہا کہ اس طرح ان کا روزگار متاثر ہو رہا ہے تو انہیں کہا گیا کہ اگر وہ دیگر اخبارات سپلائی کرتے ہیں تو ان کا روزگار متاثر نہیں ہوگا۔ جواباً جب ڈسٹری بیوٹرز نے کہا کہ ان کے گاہک دیگر اخبارات نہیں چاہتے تو انہیں کہا گیا کہ پھر وہ اپنی روزی روٹی کے بندوبست کے لیے کوئی اور ذریعہ معاش اختیار کریں۔

ڈان مینجمنٹ کی رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ "ملک بھر کے کینٹونمنٹس اور ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹیز میں چیک پوسٹوں پر تعینات اہلکاران علاقوں اخبارات کی ترسیل کی سخت مانیٹرنگ کرتے ہیں:

وہ ملک بھر کے عسکری اور اور کینٹ ایریاز میں داخل ہونے والے ڈسٹری بیوٹرز کے بیگوں کی تلاشی لیتے ہیں۔ ڈسٹری بیوٹرز سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا ان کے پاس ڈان ہے۔ اگر ڈسٹری بیوٹر ہاں میں جواب دے تو پھر اس سے ڈان کی کاپیاں لے لی جاتی ہیں اور اسے کہا جاتا ہے کہ اسے واپسی پر یہ کاپیاں لوٹا دی جائیں گی۔ اس سے اگلے دن ڈان اخبار نہ لانے کی وارننگ بھی دی جاتی ہے۔ اگر ڈسٹری بیوٹر چیکنگ کے دوران جھوٹ بولتے ہوئے پکڑا جائے تو اس سے ڈان لے کر پھاڑ دیا جاتا ہے۔

روزنامہ ڈان کے بقول، ایک سویلین ایجنسی نے اخبارات کی ترسیل پر پابندیوں سے متعلق درج ذیل مشاہدات کا اظہار کیا-

آپ کو معلوم ہوگا کہ ملک کے مختلف حصوں میں روزنامہ ڈان کی ترسیل رکاوٹوں کا شکار ہے۔ گذشتہ تین ہفتوں سے لاڑکانہ شہر میں بھی ڈان کی ترسیل بند ہے کیونکہ بعض حساس ایجنسیوں نے اخبار کے ایجنٹوں کو کہا ہے کہ وہ لاڑکانہ کے لیے ڈان اخبار لینے سے انکار کر دیں۔ 27 مئی بروز اتوار، حساس ایجنسی کے اہلکاروں نے گاڑی کی تلاشی لی جس میں تمام اخبارات موجود تھے۔ تلاشی لینے پر جب انہیں معلوم ہوا کہ اس میں ڈان اخبار نہیں تو انہوں نے گاڑی کو جانے دیا اور تمام اخبارات معمول کے مطابق تقسیم ہوئے۔ تاہم، آج، 30 مئی کو، جب ان اہلکاروں نے لاڑکانہ سے تھوڑا پہلے، نوکوٹ کے مقام پر ویگن کی تلاشی لی تو اس میں ڈان اخبار کا ایک بنڈل موجود تھا۔ جس پر انہوں نے گاڑی میں موجود تمام اخبارات ضبط کر لیے۔ یہ اطلاعات بھی موصول ہوئی تھیں کہ ان لوگوں نے

ویگن میں ڈان لانے پر ڈرائیور کو زدوکوب بھی کیا تھا۔ اس کے بعد سے، آخری اطلاعات تک (اب تک) کراچی سے شائع ہونے والا کوئی بھی اخبار لاڑکانہ میں سپلائی نہیں ہوا۔ ان میں جنگ، دی نیوز، ایکسپریس ٹریبون، جسارت، ریاست، خبریں، نوائے وقت، دی نیشن، ڈیلی ٹائمز، دنیا، نئی بات، امت، اور بزنس ریکارڈر شامل ہیں۔

ڈسٹری بیوشن ایجنٹوں کو دھمکانے کے لیے جو نئے حربے استعمال کیے جارہے ہیں وہ یہ ہیں کہ اخبار فروش یونینوں کے عہدیداروں کو لاہور اور کراچی میں ریاستی ایجنسیوں کے دفاتر طلب کرکے ڈرایا دھمکایا جارہا ہے اور ان سے ڈان کی ترسیل کی تفصیلات مانگی گئی ہیں۔ کوئٹہ میں ڈان کے دفتر رابطہ کرکے پوچھا گیا گذشتہ دس برسوں میں بلوچستان میں ڈان کی کتنی کاپیاں سپلائی ہوئی ہیں۔

رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ "اے آر وائی سمیت تمام ٹی وی چینل"، "نواز شریف کی اسٹیبلمنٹ مخالف آراء" کو نشر کر رہے ہیں اور انہیں زیر بحث بھی لا رہے ہیں۔ لہٰذا یہ بڑی "عجیب" بات ہے کہ سابق وزیر اعظم کے بیانات شائع کرنے کی سزا صرف ڈان کو ہی دی جارہی ہے باوجود اس حقیقت کے کہ محمد نواز شریف نے کئی بار یہ تصدیق کی ہے کہ انہوں نے ان آراء کا اظہار کیا تھا جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اخبار نے کوئی غلط بیانی (ان کے بیانات کے حوالے سے) نہیں کی۔ رپورٹ کے آخر میں کہا گیا ہے کہ ایک ایسے اخبار کی زبان بندی، جس کی بنیاد قائداعظم نے رکھی تھی اور جو بغیر کسی خوف یا طمع کے کے رپورٹنگ کرتا ہے، نہ تو اسٹیبلمنٹ کے لیے بہتر ہے اور نہ ہی ملک کے لیے۔

ضمیمہ نمبر 3:

پاکستان میں ڈیجیٹل شعبے میں اظہار رائے کی آزادی پر پابندیاں

پرنٹ، ریڈیو اور ٹی وی میڈیا پر سنسر شپ پاکستان میں کوئی نئی بات نہیں۔ تاہم، انٹرنیٹ تک رسائی میں اضافے کے ساتھ، ریاستی حکام نے ڈیجیٹل میڈیا پر سنسر شپ پر بھی توجہ دینا شروع کردی ہے۔

انٹرنیٹ معلومات کا ایک اہم ذریعہ ہے جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے میڈیا کی دیگر اقسام کی نسبت زیادہ جمہوری ہے۔ ایسا اس لیے ہے کہ کوئی بھی شہری سوشل میڈیا اکاؤنٹ بنا سکتا/سکتی ہے اور اسے اپنی رائے کا اظہار کرنے، سیاسی مباحث میں حصہ لینے، اور ایسی معلومات دینے کے لیے استعمال کرسکتا/سکتی ہے جو مرکزی میڈیا میں رپورٹ نہیں ہوتیں۔ یہ ان معلومات تک رسائی کا دائرہ کار ان علاقوں جیسے کہ سابقہ فاٹا، بلوچستان، گلگت بلتستان، اور پاکستان کے چھوٹے قصبے اور دیہات تک وسیع کرتا ہے مرکزی میڈیا کی پہنچ سے باہر تصور کیے جاتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کو بھی اظہار رائے کا موقع دیتا ہے جنہیں میڈیا تک رسائی نہیں ہے یا اسی وجہ سے ان کی آواز نہیں سنی جاتی۔ یوں، مرکزی میڈیا بھی کسی حد تک سوشل میڈیا پر انحصار کرنے لگا ہے جس سے معلومات کا پھیلاؤ زیادہ جامع اور ادارتی کنٹرول سے نسبتاً آزاد ہوتا ہے۔

جہاں یوٹیوب کو مذہبی جواز بنا کر تین سال تک بند رکھا گیا وہاں دیگر متعدد ویب سائٹس اب بھی بند ہیں جن کا تعلق سیاسی جماعتوں، انسانی حقوق کی تحریکوں، اور ڈیجیٹل میڈیا کے نئے اداروں سے ہے۔ مثال کے طور پر، جون 2018ء میں عوامی ورکرز پارٹی کی ویب سائٹ کو عام انتخابات سے ایک ماہ سے زائد عرصے تک بند رکھا گیا۔ مذکور جماعت نے عام انتخابات میں متعدد امیدواروں کو نامزد کیا تھا۔ safenewsroom.pk جس نے میڈیا پر سنسر شپ کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی تھی اسے اس کے افتتاح کے محض ایک ہفتے کے بعد مئی 2018ء میں آزادی صحافت کے عالمی دن کے موقع پر بند کر دیا گیا۔

آرٹیکل 19 کے تحت تقریر اور پریس کی آزادی کے آئینی حقوق اور آرٹیکل 19-الف کے تحت معلومات کے حق کا اطلاق ڈیجیٹل میڈیا پر بھی ہوتا ہے۔ اس کے باوجود، سوشل میڈیا استعمال کرنے والوں بشمول، کارکنوں، صحافیوں، اور سیاسی کارکنوں کو اپنی رائے کا آن لائن اظہار کرنے پر خطرات، دھمکیوں، منظم چھان بین، اور اغوا کا سامنا رہتا ہے، خاص طور پر اس وقت جب ریاستی اداروں کی پالیسیوں اور سرگرمیوں کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

جنوری 2017ء میں پانچ بلاگروں کی جبری گمشدگی کے ساتھ پاکستان میں آن لائن تقریر کو دبائے جانے کا آغاز ہوا۔ الیکٹرانک جرائم کی روک تھام کے ایکٹ 2016ء کی منظوری کے باوجود مبینہ ریاستی اداروں کی ماورائے عدالت کارروائیاں بلا روک ٹوک جاری رہیں۔ اس ایکٹ کو سول سوسائٹی اور میڈیا کی شدید مخالفت کا سامنا رہا کیونکہ اس میں متعدد ظالمانہ شقیں شامل تھیں جن میں سے ایک سیکشن 37 ہے جو ریاستی ایجنسیوں کو انٹرنیٹ سے مواد ہٹانے کا اختیار دیتا ہے۔

ایک اور رجحان یہ دیکھا گیا کہ ایک سویلین ایجنسی نے کسی باضابطہ حکم کے بغیر صحافیوں اور سوشل میڈیا صارفین کو ان کی آن لائن سرگرمیوں کی بناء پر "سماعت" کے لیے طلب کرنا شروع کردیا۔ ان میں سے زیادہ تر کیسز کا تعلق مذہبی بنیادوں پر پرتشدد جنگجوئی، یا اسٹیبلشمنٹ پر تنقید سے تھا۔ سوشل میڈیا پر سنسر شپ کے لیے غدار یا گستاخ مذہب کے لیبل اور بعض اوقات دونوں کا استعمال عام رہا۔

رپورٹ کا یہ حصہ سیاسی کارکنوں، صحافیوں، بلاگروں اور وکلاء کے انٹرویوز پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ ڈیجیٹل حملوں اور سینئر کارکنوں اور صحافیوں کی حراست سے متعلق عام دستیاب معلومات بھی اس رپورٹ کا حصہ ہیں۔

صحافتی ذمہ داریوں سے متعلق ہدایت

ڈیجیٹل دور میں، پریس کا دائرہ اثر آن لائن دنیا تک وسیع ہو چکا ہے جس تک کوئی بھی سمارٹ فون اور انٹرنیٹ کے ذریعے رسائی حاصل کرسکتا ہے۔ اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ صحافی بھی لوگوں کو باخبر رکھنے کے لیے انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا استعمال کرتے ہیں، خاص طور پر پرنٹ اور ٹی وی میڈیا پر شدید پابندیوں کے دور میں۔

اس تناظر میں، ڈیجیٹل میڈیا پر پابندیوں میں بھی اضافہ ہوا ہے، اور اگست 2016ء میں الیکٹرانک جرائم کی روک تھام ایک ایکٹ کی منظوری کے ساتھ ڈیجیٹل دنیا پر نظر رکھنے کا حکومتی عزم واضح ہو گیا تھا۔ اس ایکٹ میں چند سفاکانہ شقیں شامل تھیں، جیسا کہ سیکشن 9 جو "جرم کی شان وشوکت بیان کرنے" کو جرم قرار دیتا ہے، سیکشن 10 جس کا تعلق سائبر دہشت گردی سے ہے جس میں "حکومت میں خوف کا احساس پیدا کرنا" شامل ہے، اور سیکشن 37 جو انٹرنیٹ سے مواد ہٹانے کو جائز قرار دیتا ہے۔

اسی طرح، سوشل میڈیا استعمال کرنے والوں، خاص طور پر وہ جو ریاستی پالیسیوں پر تنقید کرتے ہیں، کو ہدایات جاری کیے جانے کے رجحان میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ سیکیورٹی ایجنسیوں کی پالیسیوں پر تنقید، پرتشدد انتہا پسندی سے متعلق معاملات پر بحث، اور ان دونوں کے درمیان تعلق سے متعلقہ سوالات اٹھانا ایسی ہدایات جاری کیے جانے کا باعث بنتا ہے۔ انٹرویو دینے والوں نے بتایا کہ انہیں سویلین اور انٹیلی جنس ایجنسیوں کے علاوہ دوستوں، خاندان اور ہم پیشہ ساتھیوں کی طرف سے ہدایات موصول ہوئیں۔

افراد کے علاوہ ریاستی اداروں کی جانب سے ہدایات دیے جانے کی شرح کا انحصار ہدف شدہ افراد کی آن لائن زمینی سرگرمی پر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر بائیں بازو کی ایک جماعت سے وابستہ کارکنوں جو پشتون تحفظ تحریک کی سرگرمیوں کا بھی حصہ رہے ہیں، کا کہنا ہے کہ جب بھی انہوں نے کسی عوامی جلسے یا احتجاجی مظاہرے کا اعلان کیا انہیں فون کال یا ملاقات کے ذریعے ایسی تقریبات منسوخ کرنے کو کہا گیا۔

ایک صحافی نے ایسے چھ واقعات بیان کیے جن میں ایڈیٹروں کے علاوہ سیکیورٹی ایجنسی کے عہدے داروں نے انہیں فون کیا یا ملنے کو کہا اور انہیں ہدایت کی کہ وہ سیکیورٹی ایجنسیوں کے خلاف منفی ٹویٹ کرنے سے باز رہیں۔ انہیں ایک انٹیلی جنس ایجنسی کے افسر کی جانب سے بھی اس وقت ایک فون کال موصول ہوئی جب انہوں نے فاٹا میں رپورٹنگ سے متعلق مشکلات کے بارے میں لکھا۔ 2017ء میں انہیں ایک فائل بھی دکھائی گئی تھی جو ان کے شائع شدہ مضامین اور ایک خوشوں والی ڈایاگرام پر مشتمل تھی جس میں ان کی ٹویٹر سرگرمیوں اور رابطوں کی نشاندہی کی گئی تھی۔ انہیں بتایا گیا کہ ہندوستانی اور افغان انٹیلی جنس ایجنسیوں سے وابستہ ٹویٹر اکاؤنٹ انہیں ری ٹویٹ کرتے ہیں اور ان معلومات کو استعمال کرتے ہیں جو وہ پاکستان کے مفادات کے خلاف ٹویٹر کے ذریعے فراہم کرتے ہیں۔ سیکیورٹی ایجنسیوں کے مطابق ایسی معلومات نوجوانوں میں سیکیورٹی فورسز کے بارے میں منفی تاثر قائم کرسکتی ہیں، لہٰذا انہیں یہ سلسلہ ترک کردینا چاہیئے۔

ایک اور بلاگر کا کہنا ہے کہ دوستوں، خاندان اور سابق ہم پیشہ ساتھیوں کی جانب سے فون کالز اور پیغامات کے ذریعے ان پر شدید دباؤ ڈالا گیا کہ وہ اپنے ٹویٹ حذف کر دیں یا اپنے یوٹیوب چینل سے ویڈیوز ہٹا دیں۔

سوشل میڈیا استعمال کرنے والوں کو ان کی سوشل میڈیا سرگرمی کی بناء پر دی جانے والی ہدایت فون، طلب کیے جانے کے بعد انفرادی ملاقات، اتفاقی ملاقاتوں اور عام رابطوں کے ذریعے جاری کی جاتی ہے۔ سیاسی کارکنوں کا کہنا ہے کہ ایجنسیوں کے کام اکثر ان کے دفاتر میں ان سے ملتے رہتے ہیں۔ ایک ریاستی ایجنسی کے افسر نے ایک صحافی کو واٹس ایپ کے ذریعے ان کے ٹویٹس کے سکرین شاٹ بھیجے اور انہیں کہا کہ وہ سکیورٹی فورسز کی پالیسیوں پر تنقید نہ کریں۔

سوشال میڈیا استعمال کرنے والوں کو عام طور پر زبان کو معتدل رکھنے کے احکامات دیے جاتے ہیں، انہیں خبردار کیا جاتا ہے کہ وہ خاص طور پر حساس حالات میں مخصوص معاملات پر نہ لکھیں، یا انہیں براہ راست طور پر کہا جاتا ہے کہ وہ مخصوص ٹویٹ حذف کر دیں۔ ہدایات کی شدت کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ سوشل میڈیا صارفین کس تواتر سے ایسا مواد شائع کرتے ہیں جو قابل اعتراض سمجھا جاتا ہو۔ ایک سوشل میڈیا کارکن کو گزشتہ تین سالوں کے دوران چھ مرتبہ ہدایات موصول ہوئیں۔ دیگر کا کہنا ہے کہ انہیں 13 سے 25 مرتبہ ہدایات دی گئیں۔

ایک سیاسی کارکن کا کہنا ہے کہ دوستوں اور خاندان کے علاوہ، سوشل میڈیا صارفین کو زیادہ سنگین ہدایات ان افراد کی جانب سے موصول ہوتی ہیں جو خود کو ریاستی ایجنسیوں کا اہلکار بتاتے ہیں۔ اگر یہ کسی سویلین ایجنسی کے اہلکار ہوں تو وہ عام طور پر اپنے دفتر کی نشاندہی کرتے ہیں جہاں سے وہ کال کر رہے ہوتے ہیں۔ لیکن غیر سویلین ایجنسیوں سے تعلق رکھنے والے افراد کا رویہ زیادہ دھمکی آمیز ہوتا ہے اور وہ یہ نہیں بتاتے کہ وہ کہاں سے کال کر رہے ہیں۔ ایک صحافی کا کہنا ہے کہ اسے سویلین اور غیر سویلین ایجنسیوں کی جانب سے ہدایات موصول ہوئیں۔

ایک سیاسی کارکن کا کہنا ہے کہ "ہدایت پر عمل درآمد کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ خطرے کا اندازہ لگانے کے بعد کیا جاتا ہے اور دھمکیوں کی موجودہ سطح کو دیکھتے ہوئے یہ طے کیا جاتا ہے بیانیے کی کیا شکل ہونی چاہیے، بالخصوص اس وقت جب لوگوں کی سلامتی سے متعلق خدشات موجود ہوں"۔

ایک صحافی جو ایک سکیورٹی ایجنسی کے ایک سینئر افسر کی کال کے دوران شدید دباؤ میں تھے، نے بتایا کہ موخر الذکر نے اس وقت تک فون بند نہ کیا جب تک انہوں نے اپنا ایک ٹویٹ حذف نہ کر دیا۔ ان کا کہنا ہے کہ ہدایت پر عمل درآمد نہ کرنے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انہیں ریاستی ایجنسی کی تقریبات میں مدعو نہیں کیا جاتا اور انہیں ان فوٹیج سے محروم ہونا پڑتا ہے جو عموماً صحافیوں کو فراہم کی جاتی ہیں، جس سے ان کا کام متاثر ہوتا ہے۔ اس سے ان کے اور ان کے آجر کے درمیان مسائل پیدا ہوئے کیونکہ وہ ایک غیر ملکی صحافی تھے اور رسائی پر انحصار کرتے تھے۔

ایک بلاگر کا کہنا ہے کہ انہوں نے غالباً 3 فیصد ہدایات پر عمل درآمد کیا۔

ایک بین الاقوامی نیوز ایجنسی کے رپورٹر کے مطابق انہیں ہدایت کی گئی کہ وہ اپنی تحریروں کا رخ ایک خاص سمت کی جانب رکھیں اور سکیورٹی سے متعلق تحریریں اس انداز سے ترتیب دیں کہ وہ سکیورٹی فورسز کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتی ہوں، یا وہ سرے سے تحریریں شائع کرنا ہی بند کر دیں۔ اس ہدایت پر کبھی بھی عمل درآمد نہ کیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پریس ریلیزوں کے لیے ان کی ریاستی ایجنسیوں تک رسائی یا ان کے سوالوں کے جوابات میں ایک محدود مدت کے لیے کمی کر دی گئی۔

ہم پیشہ ساتھیوں پر حملوں کے اثرات

ایک رپورٹر کا کہنا ہے کہ ان کے ہم پیشہ ساتھیوں اور اس پیشے میں ان کے دوستوں پر حملوں نے انہیں بری طرح متاثر کیا ہے۔ یہ حقیقت کہ صحافیوں کو ان کے کام کی بناء پر ہراساں اور اغواء کیا جا رہا ہے اور ان کے اداروں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ سکیورٹی پالیسی یا سیاست کے مخصوص پہلوؤں سے متعلق تحریریں اپنے ساتھ جبلی خطرات لیے ہوتی ہیں۔ اگرچہ انہوں نے مسائل پر رپورٹنگ بند نہیں کی تاہم انہوں نے ان خطرات کے باعث اپنے نیوز ادارے میں سکیورٹی سے متعلقہ پروٹوکل اپنا لیے ہیں۔

علاوہ ازیں، ایسا ماحول رپورٹنگ کے مخصوص پہلوؤں کا گلا گھونٹ دیتا ہے جس سے ایسی خبروں کی درست رپورٹنگ کرنا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔

خطرات

ریاستی پالیسیوں اور مذہبی انتہا پسندی پر تنقید کرنے والے سوشل میڈیا صارفین کو ملنے والی دھمکیوں کی تعداد کافی زیادہ ہے۔ جن لوگوں کا انٹرویو کیا گیا ان سب کا یہ کہنا ہے کہ انہیں کسی نہ کسی طرح سے دھمکیاں موصول ہوئیں۔

ایک صحافی نے بتایا کہ جب بھی انہوں نے توہین مذہب کے قانون، سکیورٹی فورسز، یا مذہبی انتہا پسندی پر لکھا انہیں دھمکیاں موصول ہوئیں۔ انہیں یہ دھمکیاں ای میل، ان کے یوٹیوب چینل پر تبصروں، ٹویٹر، فیس بک میسجز اور دیگر لوگوں کے ذریعے دی جاتی ہیں۔ ان میں جسمانی تشدد اور پیشہ ورانہ نتائج کی دھمکیاں شامل ہیں۔ مثال کے طور پر انہیں کہا جاتا ہے کہ ان کی ماسٹر ڈگری کے بعد ان کا پاکستان واپس لوٹنا اور ملازمت تلاش کرنا ناممکن ہوگا۔ ان کے خاندان کو بھی دھمکیاں ملتی ہیں اور انہیں کہا جاتا ہے کہ اگر انہوں نے اپنی آواز بند نہ کی تو ان کے خاندان کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ ان پر کھل عام توہین مذہب کا الزام لگانے کی بھی کوشش کی گئی جو پاکستان کے موجودہ سماجی و سیاسی ماحول میں تشدد کی ترغیب کا ایک ذریعہ ہے۔

ایک بلاگر کا کہنا ہے کہ دھمکیوں کی تعمیل نہ کرنے کی صورت میں مسلسل دھمکیوں اور گالی گلوچ کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جس میں اس وقت تسلسل آ جاتا ہے جب آپ آزادی کے ساتھ بولنا جاری رکھتے ہیں۔ انہیں کئی موقعوں پر اپنا فیس بک اور ٹویٹر اکاؤنٹ بند کرنا پڑا جس کے نتیجے میں یقینی طور پر ان کی اظہار رائے کی آزادی متاثر ہوئی۔

ایک سیاسی کارکن کا کہنا ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ ان پر نظر رکھی جا رہی ہے اور فون کالز اور ملاقاتوں کا مقصد یہ پیغام دینا ہوتا ہے کہ اپنی حد میں رہنا، لیکن دھمکیاں کھل عام نہیں دی جاتیں کیونکہ ان کی آواز ایک سیاسی جماعت کے ذریعے بین الاقوامی سطح پر سنی جاتی ہے، مثال کے طور پر جب گزشتہ سال پارٹی کا ایک رکن لاپتا ہو گیا تھا۔

ایک صحافی کا کہنا ہے کہ دھمکیاں بعض اوقات اشارتاً دی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ "تمہارے آگے ایک طویل کیریئر باقی ہے"، جبکہ بعض اوقات یہ براہ راست، مثال کے طور پر "تم اپنا مستقبل اپنے ہاتھوں سے تباہ کر رہے ہو" کہتے ہوئے دی جاتی ہیں، جیسا کہ انہیں ایک انٹیلی جنس افسر نے کہا تھا۔ ان کے ہم پیشہ ساتھیوں اور دوستوں کو سرسری اور بعض اوقات سنگین کلمات بھی کہے گئے۔ دھمکیوں کا لب لباب وہی تھا: ریاستی سکیورٹی پالیسیوں پر تنقید بند کرو، اور یہ دھمکیاں سویلین اور غیر سویلین حکام دونوں کی جانب سے دی گئیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ عام طور پر دھمکیاں دینے والوں کو پہچان لیتے ہیں، لیکن انٹیلی جنس حکام عام طور پر جعلی نام استعمال کرتے ہیں۔ انہیں عدم تعمیل کی نتیجے میں سنگین نتائج کا سامنا کرنا پڑا۔ انہیں چند لوگوں نے اغواء کرنے کی کوشش کی جن پر انہوں نے ریاستی ایجنسیوں سے تعلق کا الزام عائد کیا، جس کے بعد وہ ملک سے باہر چلے گئے۔

ایک اور سیاسی کارکن کا کہنا ہے کہ دھمکیاں براہ راست نہیں دی جاتیں لیکن انہیں مختلف ذرائع سے مسلسل ہراساں کیا جاتا رہا ہے، اور خاموشی اختیار نہ کرنے کی صورت میں سنگین نتائج سے دوچار ہونا پڑا۔ ایک انتہائی محفوظ علاقے میں سے ان کی کار چوری ہوگئی۔ پولیس نے بتایا کہ اس علاقے میں اس سے پہلے ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا اور یہ کہ ان کی کار ایک "نشان زدہ" معلوم ہوتی ہے، کیونکہ علاقے میں ایک اسپیشل افسر موجود تھا۔ انہوں نے کار کا سیف سٹی کیمروں سے سراغ لگانے سے بھی انکار کر دیا، اور کہا کہ وہ ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتے، حالانکہ انہیں معلومات ملی تھیں کہ ان کی کار موٹروے پر تھی۔

حراست

ایک صحافی نے بتایا کہ اس نے اسلام آباد ہائی کورٹ میں

پٹیشن دائر کی جس کے بعد اسے تقریباً حراست میں لیا گیا۔ دو انسپکٹر اس کے گھر آئے اور اس کے بارے میں دریافت کیا۔ وہ اس وقت گھر پر نہیں تھا۔ انہوں نے اس کے اہل خانہ کو کہا کہ اگر وہ انکوائری کمیٹی "جس کا اسے اچھی طرح پتہ ہے"، کے سامنے پیش نہ ہوا تو اسے گرفتار کرلیا جائے گا اور اس کے خلاف الیکٹرانک کرائمز کی روک تھام کے قانون (پیکا) کے تحت کاروائی کی جائے گی۔ انہیں اغواء کرنے کی کوشش کی گئی اور اس دوران ان کی سفری دستاویزات، لیپ ٹاپ اور فون چھین لیا گیا۔ اس واقعے کے فوری بعد وہ اپنی سلامتی کو درپیش خطرات کے باعث ملک چھوڑ کر چلے گئے۔

انہوں نے ایک وکیل کے ذریعے عدالت میں ایک پٹیشن دائر کی جس میں انہوں نے مئوقف اختیار کیا کہ ان کے نوٹس کی وجہ سے ایف آئی اے کے اہلکار انہیں ہراساں کررہے ہیں۔ انہوں نے عدالت سے استدعا کی کہ انہیں ہراساں کیے جانے کا سلسلہ بند کیا جائے اور ان کے ساتھ قانون کے مطابق سلوک کیا جائے۔ تاہم، مقدمے کی سماعت کا 17واں نمبر مقرر کیا گیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے مقدمے کی سماعت کے وقت سے پہلے ہی عدالت کا وقت ختم ہوجاتا تھا۔ عدالتی کاروائیوں سے واقفیت رکھنے والے لوگوں نے انہیں بتایا کہ ایسا ہونے کا مطلب ہے کہ آپ کے کیس کی سماعت نہ کرنے کے لیے دباؤ ہے۔

ایک سیاسی کارکن کو 21 اپریل کو پشتون تحفظ موومنٹ کی لاہور میں ہونیوالی ریلی سے ایک دن پہلے ایک رات کے لیے حراست میں رکھا گیا۔ ان کا کہنا تھا کہ انٹیلی جنس ایجنسیوں نیا نتظامیہ کو ہدایت کی تھی کہ ان "دہشت گردوں"، کو گرفتار کیا جائے، اور ان سے کیے جانے والے سلوک کی بنیاد بھی یہی تاثر تھا۔ انہیں دھمکایا گیا اور احتجاج ختم کرنے اور پشتون تحفظ موومنٹ کو منتشر کرنے کا کہا گیا اور انہیں، "غدار" کہا گیا۔ ان کے مطابق ان کے ساتھیوں پر بندوقیں تان لی گئیں اور جب اس نے شور مچایا تو اسے بندوق کا بٹ مارا گیا، اس کا ہاتھ زخمی ہوگیا اور اسے دھکا دیا گیا جس کے باعث اس کا سر دیوار پر لگا، اس کے چشمے ٹوٹ گئے۔ اسے ایک رات کے لیے قید تنہائی میں رکھا گیا جہاں ریاستی ایجنسی اور ضلعی انتظامیہ کے اہلکار موجود تھے۔ انہوں نے کوئی قانونی چارہ جوئی اختیار نہیں کی تھی، مگر قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں کو کہا تھا کہ وہ ماورائے عدالت کاروائیاں کرنے کی بجائے قانونی راستہ اختیار کریں۔ سوشل میڈیا پر وسیع پیمانے پر ہونے والے احتجاج اور دباؤ کے بعد انہیں اگلے روز رہا کردیا گیا۔

سوشل میڈیا پر تنقیدی آرا کا اظہار کرنے اور سیاست میں سیکیورٹی ایجنسیوں کی مداخلت پر مضامین لکھنے والی ایک صحافی اور سوشل میڈیا صارف کو چند نقاب پوش لوگوں نے اس وقت اٹھا لیا اور پھر انہیں چار گھنٹے بعد ان کے گھر پر چھوڑ گیا۔ انہوں نے عوام کو اپنی حراست کی تفصیلات کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔ روئٹر کو دیے گئے ایک انٹرویو میں، انہوں نے کہا کہ ان کی رہائی کی وجہ عالمی میڈیا میں ملنے والی فوری کوریج اور پاکستان کے اندر سوشل میڈیا پر سامنے آنے والا شدید ردعمل تھا- جہاں ملک بھر سے سیاستدانوں اور انسانی حقوق کے کارکنوں نے ٹویٹر پر ان کی گمشدگی کے خلاف غم وغصے کا اظہار کیا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ اس کے باوجود، ان کے اغواء سے لوگوں کو یہ پیغام ملا ہے کہ "انتخابات سے پہلے کوئی بھی فرد ایسا نہیں ہے جسے ہاتھ نہ لگایا جاسکے یا جو محفوظ ہو"۔ انہوں نے روئیٹرز کو بتایا کہ "وہ خود کو بہت غیر محفوظ تصور کرتی ہیں اور انہوں نے اپنے بیٹے کی نقل و حرکت کو بہت محدود کردیا ہے۔ جب بھی میرے خاوند یا میں باہر جاؤں تو میں بہت زیادہ پریشان ہوجاتی ہوں"، انہوں نے مزید کہا کہ وہ اب واٹس ایپ پر اپنے دوستوں اور خاندان کو وقت بوقت اپنی خیریت کے بارے میں آگاہ کرتی رہتی ہیں"۔

رشوت اور 'عنایات'

ایک صحافی نے کہا انہیں رشوت کی براہ راست کوئی پیشکش تو نہیں کی گئی مگر ایک ملاقات میں سکیورٹی ایجنسی کے ایک افسر نے انہیں کہا تھا کہ وہ ڈاکیومینٹریز پر ان کے ساتھ کام کرنے کے خواہشمند ہیں اور یہ کہ ان کے پاس اس کام کے لیے "اچھا خاصا بجٹ" ہے۔ ایک بار انہیں سکیورٹی ایجنسی کے ایک افسر نے طلب کیا اور ان پر ایک ٹویٹ ہٹانے کے لیے دباؤ ڈالا اور کہا کہ وہ اسے پریس کوریج کے لیے شمالی وزیرستان لے جائیں گے، تاہم اس نے عدالت میں پٹیشن دائر کی جس کی وجہ سے اسے وہاں نہیں لے جایا گیا۔ انہوں نے کہا کہ اس کے ساتھ یہ سلوک شاید اس لیے کیا گیا کیونکہ وہ ٹویٹر پر اپنے خیالات کا اظہار کرتا رہتا تھا۔

ایک سوشل میڈیا کارکن نے بتایا کہ انہیں ایک نامعلوم فون کال موصول ہوئی۔ کال کرنے والے نے کہا کہ وہ لندن میں رہتا ہے اور انہیں پراجیکٹس کے لیے فنڈ فراہم کرسکتا ہے۔ کالر نے اپنی شناخت ظاہر کرنے سے انکار کردیا تھا۔

ایک ریاستی ایجنسی کے اہلکاروں نے ایک رپورٹر کے دفتر کا دورہ کیا اور اسے کہا کہ ٹی وی پر شیعوں کے قتل اور بلوچستان کے معاملے پر اس نے جو تبصرہ کیا ہے وہ ناقابل قبول ہے۔ اسے کہا گیا کہ اگر وہ ان کے ساتھ کام کرے گا تو اسے اندر کی معلومات مل سکتی ہیں۔ جنوری 2018 میں اسے ایک سکیورٹی ایجنسی کے دفتر بلایا گیا اور کہا گیا کہ اس نے سوشل میڈیا پر ریاست مخالف پوسٹیں کی ہیں۔ اسے ہدایت کی گئی کہ وہ قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کے خلاف لکھنے سے گریز کرے اور اگر کوئی قابل اعتراض قسم کی ٹویٹ کرتا/کرتی ہے تو وہ اسے رپورٹ کرے۔

کاروبار/ادارے میں مداخلت

ویب سائٹس کی بلاکنگ

ایک صحافی نے ایک ویب سائٹ بنائی تاکہ لوگ پاکستان میں سنسرشپ کو بے نقاب کرسکیں۔ ویب سائٹ کا باقاعدہ اجراء 2018 میں صحافت کی آزادی کے عالمی دن پر کیا گیا۔ تاہم، پاکستان میں ویب سائٹ کو "ممنوعہ مواد"، کی حامل قرار دے کر بلاک کردیا گیا۔ ایک سکیورٹی ایجنسی نے ویب سائٹ بلاک کرنے کے حوالے سے کوئی آرڈر نہیں دیا تھا، مگر ایک انٹرنیٹ سروس پرووائڈر (آئی ایس پی) نے اسے بتایا کہ انہیں پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی (پی ٹی اے) کی جانب سے ایک ویب سائٹ کا نام دیا گیا تھا اور ہدایت کی گئی تھی کہ اسے بلاک کردیا جائے۔ اس کے باعث، ان کا کام کافی متاثر ہوا کیونکہ اب انہیں پوسٹوں کو ویب سائٹ کی بجائے سوشل میڈیا پر اپ لوڈ کرنا پڑتا ہے جس پر زیادہ وقت صرف ہوتا ہے۔ ان کے خیال میں ان کی ویب سائٹ کو بلاک کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کے ذریعے بتایا جاتا تھا کہ پاکستان میں صحافیوں کو کس طرح سنسرشپ کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور اس پر سکیورٹی، مذہب سمیت ان معاملات پر گفتگو تھی جن پر ملک میں بات کرنا ممنوع سمجھا جاتا ہے۔ صحافی نے اپنی ویب سائٹ میں احمدیوں کے حقوق اور گلگت بلتستان میں صحافیوں کی گرفتاری کو کوریج دی تھی۔ لوگوں نے اس کے حوالے سے پی ٹی اے سے رجوع کیا تھا مگر ادھر سے ابھی تک کوئی جواب نہیں ملا۔

عوامی ورکرز پارٹی سے تعلق رکھنے والے بعض لوگوں کے مطابق، پاکستان میں عام انتخابات سے جس میں پارٹی کے کئی امیدوار حصہ لے رہے ہیں، کم وبیش دو ماہ قبل جون 2018 میں ان کی پارٹی کی ویب سائٹ بلاک کردی گئی۔ انہیں انتخابی مہم کے لیے نئی ویب سائٹ بنانا پڑی جس پر ان کے اضافی پیسے اور وقت صرف ہوا۔ ان کی ویب سائٹ بغیر کسی آرڈر کے بلاک کی گئی۔ ان کا کہنا ہے کہ انہیں نشانہ بنانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اسٹیبلشمنٹ اور دائیں بازو کے خلاف بولتے تھے۔ انہوں نے مزید کہا کہ وہ پی ٹی اے اور ای سی پی کے پاس گئے مگر پی ٹی اے نے ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا۔

ایک بلاگر نے بتایا کہ 2018 کے اوائل میں ایک اخبار میں اس کے مضامین شائع ہونا بند ہوگئے، جس میں وہ باقاعدگی سے لکھ رہی تھی۔ اخبار کے مدیر نے اسے بتایا کہ وہ انتہائی حساس موضوعات پر لکھتی ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ اس کے مضامین شائع نہ کرنے کا آرڈر اسٹیبلشمنٹ نے دیا ہوگا جس پر وہ لکھ رہی تھی۔ انہیں یقین ہے کہ اسے اسٹیبلشمنٹ پر تنقید کرنے پر نشانہ بنایا گیا ہے تاکہ اسے خاموش کیا جائے۔

آن لائن سنسرشپ پر تبصرہ کرتے ہوئے، ڈیجیٹل حقوق کی کارکن نے کہا بدقسمتی کی بات ہے کہ ویب سائٹس اور آن لائن مواد، خاص طور پر اختلاف رائے سے متعلقہ ویب سائٹس اور مواد کو بلاک کرنا معمول کا کام بن گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پہلے جب کبھی

بھی سنسرشپ کا کیس سامنے آتا تو اس پر پرزیادہ احتجاج ہوتا تھا، مگر اب سنسرشپ اتنی عام ہوگئی ہے کہ لوگوں نے اسے ایک حقیقت تسلیم کرلیا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اس چیز کا معمول بن جانا بہت زیادہ پریشان کن بات ہے اور کہا کہ شہریوں کو آزادانہ اظہار کے لیے سنسرشپ کے خلاف آواز اٹھانی چاہیے۔

ڈیجیٹل مداخلت: ہیکنگ، وائرس سافٹ ویئرز، کڑی نگرانی

ایک سوشل میڈیا کارکن نے بتایا کہ اسے ہر گئے ہفتے اس کے سوشل میڈیا اور ای میل اکاؤنٹ پر کسی مشتبہ سرگرمی کی وارننگ ملتی رہتی ہے۔ وارننگ میں انہیں مطلع کیا جاتا ہے کہ کوئی فرد ان کے اکاؤنٹس تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ انہیں وائرس والی ای میلز بھی ملتی ہیں۔ جب قانون نافذ کرنے والی ایک ایجنسی کے اہلکاروں نے ان کے گھر کا دورہ کیا تو انہوں نے اس کے کمپیوٹر وغیرہ کے بارے میں بھی پوچھا مگر اس وقت وہ گھر پر نہیں تھا۔ انہیں یقین ہے کہ وہ ان کے کمپیوٹرز وغیرہ کو اپنی تحویل میں لینا چاہتے تھے۔ بعدازاں جنوری میں جب انہیں اغوا کرنے کی کوشش کی گئی تو ان کا کمپیوٹر اور موبائل ان سے چھین لیا گیا۔ ان کے خیال میں ان لوگوں کو ایک سکیورٹی ایجنسی نے بھیجا تھا۔ انہیں ہر روز آن لائن ٹرولنگ کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور انہوں اپنے ٹویٹر اکاؤنٹ کی ٹائم لائن سے ہزاروں ٹویٹ ہٹائے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ایک بار ان کی ملاقات اسلام آباد میں ایک یونیورسٹی کے طالبعلم سے ہوئی جہاں وہ ایک لیکچر دینے گئے تھے۔ طالب علم نے انہیں بتایا کہ اسے ایک سکیورٹی ایجنسی نے یہ ذمہ داری سونپی ہوئی تھی کہ وہ ان کے کام پر نظر رکھے اور اسے قلمبند کرتا ہے۔ طالبعلم نے بتایا کہ اسے اس کام کا معاوضہ ملتا ہے۔ اس حوالے سے جب سکیورٹی ایجنسی کے اہلکار سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے اس الزام کی تردید کی۔

ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ ان کی ای میل اور سوشل میڈیا اکاؤنٹس کو ہیک کرنے کی کئی کوششیں کی گئیں جن میں سے ایک کوشش کامیاب بھی ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ انہیں فیس بک اور گوگل کے نوٹیفکیشن ملتے رہتے ہیں کہ ان کے اکاؤنٹس تک رسائی کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ بلاگرز کی گمشدگی کے خلاف احتجاج کے دوران (2017 میں)، انہیں دائیں بازو اور سکیورٹی ایجنسیوں کے حمایتی عناصر کے کئی آن لائن حملوں کا سامنا رہا۔

ایک سینئر سیاسی تجزیہ کار نے کہا کہ مئی 2018 میں کراچی میں پشتون تحفظ موومنٹ کی ریلی سے تین دن پہلے، ان کے کمپیوٹر پر ایک ویڈیو لنک کے ذریعے وائرس کا حملہ کیا گیا۔ لاہور میں انسداد دہشت گردی ڈیپارٹمنٹ (سی ٹی ڈی) کی حراست کے دوران ان سے ان کا موبائل چھین لیا گیا۔ ان کا کہنا تھا کہ انہیں سوشل میڈیا پر ہر روز نفرت انگیزی اور برے سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ پشتون تحفظ موومنٹ کی ریلیوں کے دوران، ان کے انٹرنیٹ سروس پرووائڈر موبی لنک نے تقریباً ایک ماہ تک ان کی انٹرنیٹ سروس بند رکھی۔ جب انہوں نے موبی لنک سے رابطہ کیا تو انہیں بتایا گیا کہ ان کے کنکشن کے ساتھ کوئی 'مسئلہ' ہے مگر انہوں نے وہ مسئلہ حل نہ کیا۔

ایک اور بلاگر نے بتایا کہ جون 2018 کے اواخر میں ان کا فون ہیک کیا گیا۔ انہیں ان کی ذاتی معلومات سے متعلقہ ایک ای میل موصول ہوئی تھی جو صرف ان کے فون میں موجود تھی۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ ان کے فیس بک اکاونٹ تک رسائی کی بھی متعدد ناکام کوششیں ہوئیں۔ انہوں نے بتایا کہ انہیں وسیع پیمانے پر اور منظم انداز میں آن لائن حملوں کا سامنا رہتا ہے اور اکثر ایسے کئی حملہ آور پیغامات اور پوسٹیں ایک ہی وقت میں ایک ساتھ کی جاتی ہیں۔ انہوں نے ایسے دو کیسز ایف آئی اے کو رپورٹ کیے تھے مگر ایف آئی اے نے ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا۔

ایمینسٹی انٹرنیشنل نے مئی 2018 میں، "انسانی حقوق کے محافظین کو ہیکنگ، سپائی ویئر، کڑی نگرانی کی مہم کا نشانہ بنایا جارہا ہے"، کے عنوان سے ایک رپورٹ جاری کی۔ رپورٹ کے مطابق، یہ مہم ای میلز اور سوشل میڈیا کے ذریعے چلائی جارہی ہے۔ رپورٹ میں لاہور میں قیام پذیر انسانی حقوق کی ایک کارکن کے کیس کی تفصیلات بیان کی گئیں جو امن کا پرچار کرنے والے اپنے ایک دوست کی بازیابی کے لیے تگ و دو کررہی تھیں جسے جبری 'گمشدگی' کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ مذکور کارکن تک کئی مشتبہ افراد نے رسائی کرنے کی کوششیں کیں۔

رپورٹ میں بتایا گیا کہ ایک فیس بک صارف، جس نے اپنا تعارف ایک افغانی عورت ثنا حلیمی کے طور پر کروایا اور کہا کہ وہ دبئی میں رہتی ہے اور اقوام متحدہ کے ساتھ کام کرتی ہے، نے فیس بک میسینجر کے ذریعے ان سے رابطہ کرنے کی بہت کوششیں کیں اور کہا کہ اس کے پاس ان کے دوست کے متعلق کچھ معلومات ہیں۔ پروفائل کے آپریٹر نے انہیں فائلوں کے لنک بھیجے جن میں سٹیلتھ ایجنٹ نامی وائرس تھے۔ وہ ان فائلوں کو اگر کھولتیں تو وائرس ان کے موبائل کو متاثر کرسکتا تھا۔ پروفائل، جو ایمینسٹی انٹرنیشنل کے خیال میں جعلی تھی، کے ذریعے ان کے ای میل ایڈریس تک رسائی کی کوشش بھی کی گئی۔ انہیں کرائمسن نامی ونڈوز سپائی ویئر سے متاثرہ ای میلز بھی بھیجی گئیں۔ ان کو ایسی میلز بھی ملیں جن میں کہا گیا کہ یہ وزیراعلی پنجاب کے سٹاف کی طرف سے ہیں۔ ای میلز میں صوبائی وزارت تعلیم اور ان کے ادارے انسٹیٹیوٹ فار پیس اینڈ سیکولر سٹڈیز کے مابین مستقبل میں ہونے والی ایک فرضی میٹنگ کی من گھڑت تفصیلات بھی تھیں۔

ڈیجیٹل حقوق کی ایک معروف کارکن کا کہنا ہے کہ کارکنوں، انسانی حقوق کے محافظین، وکلاء اور صحافیوں کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ آن لائن سپیس کا استعمال نہایت احتیاط سے کریں۔ انہوں نے کہا کہ حملوں کی نوعیت بدل گئی ہے۔ یہ کڑی نگرانی، ہیکنگ، جعلی شخصیت، نفرت انگیز مواد، آن لائن بدسلوکی ہو سکتا ہے، اور حملہ آور بہت عیار ہیں۔ وہ حملے کرنے اور لوگوں کی کڑی نگرانی کے لیے سوشل میڈیا کا سہارا لے رہے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ انسانی حقوق کے محافظین کو آن لائن سپیس کے استعمال کے بارے میں مزید معلومات لینی چاہیں تاکہ وہ اس کا محفوظ استعمال کرسکیں۔

ماحصل

ایسے صحافیوں اور بلاگرز کو ڈرانے دھمکانے کے ایک واضح اور منظم طریقہ کار کا مشاہدہ کیا گیا ہے جو آن لائن سپیس کو نہ صرف اپنے کام کو سرانجام دینے کے لیے استعمال کرتے ہیں بلکہ اپنی بنیادی آئینی حقوق کے لیے بھی۔ ان میں درج ذیل حقوق شامل ہیں: شفاف سماعت کا حق، مگر اس حق کو من مانی حراست اور جبری گمشدگی کے ذریعے پامال کیا جاتا ہے؛ دفعہ 14 کے تحت پرائیویسی کا حق۔ انٹرنیٹ کے ذریعے نجی کمیونیکیشن بھی اسی حق کے زمرے میں آتا ہے۔ دفعہ 17 جو انجمن سازی کی آزادی کی ضمانت دیتی ہے؛ دفعہ 19 جو تقریر و صحافت کے حق کی ضمانت دیتی ہے؛ اور دفعہ 19-الف جس کے تحت معلومات کے حق کی ضمانت دی گئی ہے۔

اگرچہ الیکٹرانک کرائمز ایکٹ (پیکا) ایکٹ 2016 صارفین کو کئی سائبر کرائمز سے تحفظ فراہم کرتا ہے مگر اس کی کئی دفعات جیسے کہ دفعہ 9، 10 اور 37 انتہائی سخت گیر ہیں۔ انہیں ریاستی پالیسیوں سے اختلاف اور تنقید خاموش کروانے کے لیے استعمال کیا جارہا ہے۔

ڈیجیٹل حقوق کی ایک کارکن کا کہنا ہے کہ پرائیویسی کے حق اور اظہار رائے کی آزادی کے حق پر اقوام متحدہ کے خصوصی رپورٹیئر اور دیگر لوگوں کی رپورٹس میں آن لائن انسانی حقوق پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے جس سے دنیا بھر میں آن لائن سپیسز اور ڈیجیٹل حقوق کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ پاکستان جہاں قومی سلامتی کا بیانیہ بہت زیادہ مضبوط ہے، میں لوگ بلاگنگ اور سنسرشپ کے خلاف آواز اٹھانے سے ڈرتے ہیں کیونکہ انہیں پتہ ہے کہ اس کے پیچھے کون ہے۔

ریاستی اداروں، نگران حکومت اور نئی منتخب ہونے والی حکومت کو چاہیے کہ وہ بنیادی حقوق کا احترام کریں جن کی آئین میں ضمانت دی گئی ہے، اور عدالتوں کو چاہیے کہ وہ ان حقوق کے تحفظ کو یقینی بنائیں اور ان کی پامالی کرنے والے تمام عناصر کو جوابدہ ٹھہرائیں چاہے وہ کتنے ہی طاقتور کیوں نہ ہوں۔ اسی میں پاکستان کی بہتری ہے، تاکہ ہم ایک منصفانہ اور جمہوری معاشرہ قائم کرسکیں جہاں شہریوں کو اُن کے ٹیکس کے پیسوں سے چلنے والے نظام اور حق رائے دہی کی بنیاد پر قائم نظم ونسق پر رائے زنی پر زیر عتاب نہ آنا پڑے۔ آف لائن اور آن لائن میڈیا میں معلومات کے شفاف بہاؤ کے بغیر نہ تو شفاف انتخابات ہو سکتے ہیں اور نہ ہی حقوق کا تحفظ ممکن ہے۔

ملک کو درپیش چیلنجز اور انتخابی نتائج ۔ جنگ میں نہ چھپ سکنے والا

سلیم صافی

24 جولائی کو لکھے اور 25 جولائی (انتخابات والے دن) روزنامہ جنگ میں ''انتخابات کے ممکنہ نتائج'' کے زیرعنوان شائع ہونے والے کالم کا اختتام ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا تھا کہ:

''میری صحافتی زندگی میں یہ پہلا الیکشن ہے کہ جس کی شفافیت سے متعلق ایک نہیں، دو نہیں، تین نہیں بلکہ سوائے ایک کے باقی سب پارٹیاں سوالات اٹھا رہی ہیں اور یہ پہلا الیکشن ہے کہ جس کے انعقاد سے قبل سوائے ایک کے باقی سب بڑی جماعتیں کہہ رہی ہیں کہ انتخابات متنازعہ ہوگئے ہیں یا ہو رہے ہیں۔غلطی مسٹر الف کی ہے یا مسٹر جیم کی، سیاسی جماعتوں کی ہے یا اداروں کی لیکن یہ حقیقت ہے کہ اگلے انتخابات ابھی سے متنازعہ ہوگئے ہیں اور یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ صرف مسلم لیگ (ن) نہیں بلکہ پیپلز پارٹی، اے این پی، ایم ایم اے، بلوچستان کی پختون اور بلوچ قوم پرست جماعتیں اور ایم کیو ایم وغیرہ بھی انتخابات کے بعد انتخابی عمل اور نتائج کے حوالے سے سوال اٹھائیں گی۔اگر ان جماعتوں کو حسب توقع نتائج نہ ملے اور پی ٹی آئی کے حق میں پلڑا ایک حد سے زیادہ بھاری ہوگیا تو اس بات کا قوی امکان ہے کہ یہ سب جماعتیں مل کر یا پھر سوائے ایک دو کے، نتائج تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے احتجاج کا راستہ اپنالیں۔واضح رہے کہ پختون تحفظ موومنٹ کا مسئلہ حل نہیں ہوا بلکہ وقتی طور پر دب گیا ہے اور غالب امکان یہ ہے کہ انتخابات کے بعد وہ ایک بار پھر پوری قوت کے ساتھ میدان میں اترے گی۔راؤ انوار کی رہائی نے اس تحریک کو مزید مواد فراہم کردیا جبکہ حنیف عباسی کے خلاف ظالمانہ فیصلے کے بعد تو راولپنڈی میں بھی اسی طرح کے نعرے لگے جس طرح کہ پی ٹی ایم کے جلسوں میں لگتے ہیں۔ مجھے تو یہ بھی خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ شاید عدلیہ کے اندر سے جسٹس قاضی فائز عیسیٰ اور جسٹس شوکت عزیز صدیقی جیسی آوازیں بھی مزید اٹھ سکتی ہیں۔

علاقائی اور بین الاقوامی چیلنجز اور بدترین معاشی صورت حال تقاضا کرتے ہیں کہ پاکستان میں ایک مستحکم حکومت ہو لیکن انتخابات کے اسی طرح متنازعہ رہ جانے کی صورت میں مستحکم حکومت تو دور کی بات ہے، پاکستان مکمل سیاسی انارکی کی طرف جاسکتا ہے۔حالات تقاضا کرتے ہیں کہ پاکستان کے اندر اداروں کے درمیان مکمل ہم آہنگی ہو لیکن اگر انتخابات متنازعہ ہوگئے تو اداروں کے مابین تناؤ ٹکراؤ میں بدل سکتا ہے اور یہ اس ملک کی بڑی بدقسمتی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ سنجیدہ حلقے ان انتخابات کے بارے میں پرامید نہیں بلکہ تشویش میں مبتلا ہیں۔ہم کچھ کر نہیں سکتے صرف دعا ہی کرسکتے ہیں تو آیئے سب دعا کرتے ہیں کہ میرا یہ تجزیہ سراسر غلط ثابت ہو اور ان انتخابات سے ملک کے لئے کوئی اچھا نتیجہ نکلے۔''

افسوس کہ میری دعا قبول نہ ہوئی اور میرا تجزیہ درست ثابت ہوا۔ انتخابات متنازعہ بن گئے اور افسوس کہ ہمارے خدشات سے بھی زیادہ متنازعہ بن گئے۔ میں نے خدشہ ظاہر کیا تھا کہ مسلم لیگ (ن)، پیپلز پارٹی، اے این پی، ایم ایم اے، نیشنل پارٹی، پختونخوا ملی عوامی پارٹی اور ایم کیو ایم کو نتائج تسلیم کرنے میں تامل ہوگا لیکن یہ تو میں نے بھی نہیں سوچا تھا کہ الیکشن والے دن ایسا کچھ ہوگا کہ پاک سرزمین پارٹی، جی ڈی اے اور لبیک تحریک جیسی جماعتیں بھی دھاندلی کا رونا روئیں گی۔

یہ خدشہ میں نے ظاہر کیا تھا کہ ہارنے والی جماعتیں شکایت کریں گی لیکن یہ تو وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ الیکشن والے دن بھی ایسا کچھ ہوگا کہ جس کے نتیجے میں مولانا فضل الرحمان جیسے مصلحت پسند انسان بھی اس قدر برہم ہوجائیں گے اور اکلوتے بیٹے کو پاکستان کے لئے شہید کرنے والے عوامی نیشنل پارٹی کے میاں افتخار حسین بھی ملکی اداروں کا نام لے کر شکایت کریں گے کہ وہ ہارے نہیں بلکہ ہرائے گئے ہیں۔میں نے مذکورہ کالم میں بھی خدشہ ظاہر کیا تھا کہ انتخابات کے بعد پی ٹی ایم دوبارہ پوری قوت کے ساتھ میدان میں اترے گی لیکن یہ تو وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ انتخابات کے نتیجے میں ریاستی اداروں کے بارے میں بداعتمادی اس قدر بڑھے گی کہ اے این پی تو کیا جماعت اسلامی اور جے یو آئی کے جلسوں میں بھی پی ٹی ایم والے نعرے لگ جائیں گے۔

افسوس کہ یہ خدشہ درست ثابت ہوا کہ 2018ء کے انتخابات کا نتیجہ ملک کے اندر سیاسی استحکام کا موجب نہیں بنیں گے۔ ملک کو اندرونی اور بیرونی محاذ پر جن چیلنجز کا سامنا ہے،ان کا تقاضا تھا کہ مرکز اور صوبوں میں مستحکم حکومتیں قائم ہوتیں لیکن افسوس کہ مرکز میں ایسی حکومت بڑی مشکل سے بن رہی ہے، وہ بڑی مشکل سے چلے گی اور اسے ہر وقت خطرات کا سامنا رہے گا۔اسی طرح سب سے بڑے صوبے پنجاب میں بننے والی حکومت کو بھی اپنی سائز جتنی اپوزیشن کا سامنا ہوگا۔

اپوزیشن جماعتیں حد سے زیادہ برہم ہیں اور پاکستانی تاریخ میں یہ پہلی مرتبہ ہوا ہے کہ اسمبلیوں میں حلف اٹھانے سے قبل کسی حکومت کے خلاف گرینڈ اپوزیشن بن گیا۔اسی طرح یہ تاریخ میں پہلی مرتبہ ہوا ہے کہ سوائے ایک جماعت کے باقی سب کی سب جماعتیں دھاندلی کی شکایت کررہی ہیں۔اب بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایسی حکومت پاکستان کو درپیش معاشی بحران کا کیسے حل نکال سکے گی اور ان بیرونی اور اندرونی چیلنجز سے کیسے عہدہ برآ ہوسکے گی جو ملک کو درپیش ہیں۔اس وقت پاکستان میں چیلنج صرف حکومت چلانے کا نہیں بلکہ ریاست کو چلانے کا درپیش ہے اور بدقسمتی سے اس انتخاب نے ریاستی اداروں کے مابین خلیج یا پھر بعض ریاستی اداروں کے کردار کے حوالے سے اعتراضات میں اضافہ کردیا۔

پاکستان کی سیاست کے ایک طالب علم کی حیثیت سے میں اس نتیجے تک پہنچا ہوں کہ اس ملک میں کسی ایک بندے یا کسی دوسرے بندے، کسی ایک جماعت یا کسی دوسری جماعت کے اقتدار میں آنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ان حقیقی مسائل کے لئے افراد اور جماعتوں سے بالاتر ہوکر سوچ کی ضرورت ہے۔کرپشن بھی ایک مسئلہ ہے اور بہت بڑا مسئلہ ہے لیکن نمبرون مسئلہ انتہاپسندی اور دہشت گردی ہے، پاکستان کا دنیا میں خراب تشخص ہے یا پھر پاکستان کے ڈھانچہ جاتی مسائل ہیں۔

یقیناً پاکستان کی مختلف سیاسی جماعتوں کا مجموعی کردار مایوس کن رہا ہے اور مسلم لیگ (ن) ہو کہ پیپلز پارٹی، اے این پی ہو کہ جے یو آئی، ایم کیو ایم ہو کہ بلوچستان کے قوم پرست، سب اپنی اپنی حد تک قوم کی توقعات پر پورا نہیں اتری ہیں۔اسی لئے ہم بھی ان پر تنقید کرتے رہتے ہیں لیکن پاکستان کے حقیقی چیلنجز کے تناظر میں ان کا ایک مثبت کردار بھی ہے۔ مثلاً پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) کرپشن کے لئے بدنام ضرور ہیں لیکن یہ دونوں جماعتیں پی ٹی آئی کی طرح ملکی وحدت کے لئے ایک بانڈ کی حیثیت بھی رکھتی ہیں۔ماضی میں جب قوم پرست جماعتیں یا پھر تحریک طالبان جیسی تحریکیں ریاست کے خلاف بدگمانی پھیلاتی تھیں تو یہ جماعتیں ریاست کے ساتھ کھڑی رہ کر اس کے اداروں پر عوام کے اعتماد کو بحال کرنے کا کام کرتی رہیں۔

مجھے نہیں لگتا کہ انتخابات کے بعد یہ دونوں اور بالخصوص مسلم لیگ (ن) مزید یہ کام کرے گی۔اے این پی کرپشن کے لئے بدنام ضرور ہے لیکن یہ تحریک طالبان کے سامنے ایک ڈھال اور پی ٹی ایم جیسی تنظیم کے معاملے میں ایک سیفٹی والو کی حیثیت بھی رکھتی تھی جو اب بدقسمتی سے خود پی ٹی ایم کے راستے پر گامزن نظر آتی ہے۔اسی طرح جماعت اسلامی اور جے یو آئی جیسی تنظیمیں مذہبی انتہاپسندوں کے راستے میں ایک ڈھال کی حیثیت رکھتی تھیں لیکن اب وہ اسی طرح ڈھال نہیں رہنا چاہیں گی۔سردست تو مولانا فضل الرحمان کے لہجے میں بھی طالبان والی تلخی نظر آنے لگی ہے۔

مصطفیٰ کمال کی خامیاں اپنی جگہ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کراچی کے اندر الطاف حسین کے بیانیے کو انہوں نے ہی چیلنج کیا اور وہ ان کے پیروکاروں یا کارندوں کے مقابلے میں ایک ڈھال کی حیثیت رکھتے تھے۔ اب اسی مصطفیٰ کمال کو بھی اپنے کارکنوں اور مخالفین کے طعنوں کا سامنا ہے اور ان کے لہجے میں ایم کیو ایم کے دور کی تلخی دوبارہ نظر آنے لگی ہے۔یہی کردار بلوچستان کی قوم پرست جماعتیں، بلوچ علیحدگی پسندوں کے مقابلے میں ادا کررہی ہیں اور اب وہ بھی مزید دیوار نہیں بننا چاہیں گی۔

قبائلی علاقہ جات کے شہاب الدین سالارزئی اور حاجی شاہ جی گل تحریک طالبان کی ہٹ لسٹ میں سرفہرست رہے۔فاٹا کے انضمام میں کلیدی کردار کے علاوہ وہ پی ٹی ایم کے مسئلے کے حل کے لئے بھی کوششیں کرکے ریاست کا ہاتھ بٹا رہے تھے لیکن انتخابات کے بعد وہ دونوں پوچھتے رہے ہیں کہ انہوں نے پی ٹی ایم کے علی وزیر اور محسن داوڑ کا راستہ کیوں نہیں اپنایا۔

پتہ نہیں اس ملک کے مختار پاکستان کو صرف عمران خان اور نواز شریف کے آئینے میں کیوں دیکھ رہے ہیں اور کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ پاکستان کو پاکستان کے آئینے میں دیکھا جائے؟ وہ پاکستان جس میں بلوچستان بھی ہے، جس کا حصہ کراچی بھی ہے، جس میں قبائلی علاقے بھی ہیں، جس کے ایک سرحد پر ہندوستان اور دوسرے پر افغانستان واقع ہے اور جسے اس وقت معاشی بحران کے ساتھ ساتھ عالمی سطح پر اپنے تشخص کے بحران کا بھی سامنا ہے۔ جسے انتہاپسندی اور دہشت گردی کے مسائل کا سامنا ہے اور جس میں مذہبی، علاقائی اور لسانی بنیادوں پر نفرتوں کو ہوادی جارہی ہے۔

(بشکریہ: ہم سب)

آپ کے بچے کا وین ڈرائیور کون ہے؟ جاننے کی کوشش کیجئے

سدرہ ڈار

اسکول کھل چکے اب کسی حد تک ماؤں کو بھی سکون آئے گا کہ بچوں کی روٹین پہلے کی طرح ہوجائے گی۔ دو ماہ بچوں کا ہلا گلہ بھرپور رہا اور ماؤں کو بھی سونے کا کسی حد موقع ملا۔ لیکن اب وہی صبح بھاگ دوڑ، لنچ بکس، بیگ میں سامان پورا ہے کہ نہیں کی فکر اور پھر بھاگتے دوڑتے کوئی اپنے لاڈلوں تو کوئی اپنی شہزادی کو اسکول کی وین میں بٹھانے کے بعد شکر ادا کرے گا تو کوئی اسکول کے گیٹ پر چھوڑنے کے بعد ٹریفک میں پھنسنے پر اپنی قسمت کو کوسے گا۔ لیکن وہ جو صبح آٹھ بجے سے ایک بجے کا دورانیہ ہے اس میں نہ صرف تھوڑا سکون ہوگا بلکہ ہانڈی روٹی کے ساتھ ساتھ بکھرا گھر سمیٹنے اور بچوں کے بہتر مستقبل کے لئے سپنے بننے کا بھی بہترین موقع ہوگا۔

سب سے بڑی سہولت تو ان والدین کو ہے جن کے بچے گھر کے سامنے سے اسکول وین میں بیٹھتے ہیں اور گھر ہی کے سامنے اترتے ہیں۔ ظاہری بات ہے ہر کوئی اسکول چھوڑنے لینے جانے کا کام نہیں کرسکتا۔ اس لئے یہ سہولت اب ہر گھر کو حاصل ہے کہ ایک مخصوص رقم ادا کی جائے اور مقررہ وقت پر بچے وین سے اسکول پہنچ جائیں۔ آسانی بھی تو دیکھئے کہ یہ دروازہ کھلا اور بچے گھر کے اندر لیکن کبھی کبھی گھر میں داخل ہونے والے بچے اپنے ہی گھر میں اندھیرا محسوس کرتے ہیں۔

مسز احسان کے تین بچے اسکول جاتے ہیں دو بڑے بیٹے جو سیکنڈری سیکشن میں ہیں انکا اسکول الگ ہے جبکہ بیٹی کافی چھوٹی ہے وہ ابھی پہلی جماعت میں ہے۔ بچی پہلے اسکول خوشی خوشی جاتی تھی لیکن اب اسے اسکول جانے سے چڑ ہوتی ہے۔ اتنی سی عمر میں بچی نے یہ کہنا سیکھ لیا ہے کہ اس کے سر میں درد ہے جس پر احسان صاحب نے مذاق اڑاتے ہوئے اپنی بیگم سے کہا کہ اور بچوں کے سامنے بولو یہ دیکھو تمھاری سات برس کی بچی کو ابھی سے سر درد شروع ہوگئے۔

بیٹی ایک ہی ہے تو اسکول بھی مہنگا ترین ہے اور اسکول جانے کے لئے جو جو لوازمات درکار ہیں وہ سب سے زیادہ بہترین ہیں۔ باربی ڈول بیگ، کلر باکس، لنچ بکس، پانی کی بوتل بھی اسکی پسند کی ہے۔ لیکن ان سب کے باوجود اب نہ تو انکی بیٹی پڑھتی ہے بلکہ ضدی اور چڑ چڑی زیادہ ہوگئی ہے۔ جب اسکول جانے کا وقت آئے تو اسکے سر اور پیٹ میں درد شروع ہوجاتا ہے۔

مسز احسان نے متعدد بار اپنی بیٹی ماریہ سے پوچھا کہ کیا کوئی بچہ اسے تنگ کرتا ہے؟ کیا کوئی ٹیچر سخت ہیں جو اسے ناپسند ہوں؟ لیکن ہر بار جواب انکار میں ملا۔ لنچ باکس گھر ویسے ہی گھر آتا ہے، اب ماریہ گھر آکر ڈرائنگ بک پر رنگ بھی نہیں بکھیرتی یہ سب گھر والوں کو دکھائی دے رہا ہے لیکن وہ اسکول سے ناپسندیدگی کی وجہ جاننے سے قاصر ہیں۔ جنوری میں جب سارے ٹی وی چینلز نے سات برس کی معصوم زینب کی کوڑے میں پڑی لاش کو بہت بے رحمانہ طریقے سے دھندلا کئے بغیر بریکنگ نیوز کی زینت بنایا تو ماریہ کو بخار چڑھ گیا۔ اگلے دو روز میں یہ بخار اترنے کو نہیں آیا اور وہ اس کیفیت میں بار بار ایک جملہ کہتی کہ مجھے مت مارنا مجھے کتے کھا جائیں گے۔ ڈاکٹر کو یہ کیفیت جب بتائی گئی تو انھوں نے والدین کو سمجھایا کہ آپ کی بچی کسی ایسی کیفیت سے گزر رہی ہے جو خوف اور بخار سے کہیں ہٹ کر ہے۔ آپ کو اس سے پیار محبت سے پوچھنا ہوگا۔ ماریہ جب بہتر ہوئی تو مسز احسان نے اس سے پوچھا۔ اس بار شاید بچی کو احساس ہوا کہ ماں اسے بچا سکتی ہے تو اس نے خوفناک انکشاف کیا کہ اس کا وین ڈرائیور اسے جنسی ہراساں کرتا ہے، اسکے جسم کو غلط انداز سے چھوتا اور نوچتا ہے بلکہ اسے موبائل پر فحش ویڈیوز دکھاتا ہے۔ جنسی ہوس پوری کرنے کے بعد اسے یہ کہہ کر ڈراتا ہے اگر اس نے منع کیا یا کسی کو بتایا تو وہ اسے مار کر اسکی لاش کتوں کے سامنے ڈال دے گا۔ مسز احسان کو پچھلے کئی ماہ سے اپنی بیٹی میں نظر آنے والی تبدیلیاں اپنی آنکھوں کے سامنے آنے لگیں۔ بچی کے ہاتھوں اور

> سب سے بڑی سہولت تو ان والدین کو ہے جن کے بچے گھر کے سامنے سے اسکول وین میں بیٹھتے ہیں اور گھر ہی کے سامنے اترتے ہیں۔

ٹانگوں پر موجود پرانے نیل جو اب مدہم پڑ رہے تھے یہ بتا رہے تھے کہ یہ وحشیانہ کھیل کب سے جاری ہے۔ جس میں ایک معصوم بچی کا بچپن تو چھینا ہی گیا ساتھ ہی اسے اندھیروں میں دھکیل دیا گیا تھا۔ مسز احسان کا کہنا ہے کہ ہمارے سامنے دو راستے تھے کہ ہم اس وین ڈرائیور کا معاملہ اپنے ہاتھ لے لیں یا پھر اسکول کی انتظامیہ سے بات کریں۔

ہم نے اسکول جانے کا فیصلہ لیا اور وہاں اس سنگین صورتحال کو رکھا جو انتظامیہ کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کیونکہ یہ شخص ان کے اسکول کا سب سے بااعتماد اور پرانا ڈرائیور تھا۔ جس کی عمر بھی پختہ تھی اور والدین کی خواہش ہوتی تھی کہ چونکہ بچیوں کا معاملہ ہے تو ایک بردبار شخص پر ہی بھروسہ کیا جائے تاکہ بچیوں کا سفر محفوظ رہ سکے۔ لیکن یہاں سفر کیا محفوظ ہوتا بچیوں کی عزت ہی غیر محفوظ ہوچکی تھی۔ یہ معاملہ ایک بڑے اسکول کا تھا تو اسے حل بھی بہت سنجیدگی سے کیا گیا۔ لیکن مسز احسان کا کہنا ہے کہ سات ماہ گزرنے کو ہیں بچی کو ماہر نفسیات کو بھی دکھایا گیا ہے بظاہر وہ ٹھیک ہے لیکن اب وہ اس طرح نہیں ہے جیسے وہ ہوا کرتی تھی۔

ان کا یہ جملہ سن کر میرا دل ڈوب گیا کہ ایک کمسن بچی جس نے ابھی زندگی شروع بھی نہیں کی اس نے جینا چھوڑ دیا وہ خوف اور دہشت کے خول میں بند ہوچکی ہے۔ جس سے نکالنے کے لئے اسکے گھر والے ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ وہ بچی اب مسکراتی ہے ہنستی نہیں۔

اس سے قبل مجھے ایک جان پہچان کی فیملی سے معلوم ہوا تھا کہ ان کے پانچ سال کے بیٹے کو بھی ایک وین ڈرائیور نے اپنی جنسی حیوانیت کا نشانہ بنایا تھا اور یہ کھیل بھی بہت عرصے تک چلتا رہا۔ جس پر اسکول انتظامیہ نے والدین کے سامنے اسکول کے بڑے نام اور شہرت پر ممکنہ داغ لگنے کے ڈر سے معافی مانگ کر معاملہ رفع دفع کرلیا تھا۔

آپ کا بچہ اسکول کیسے جاتا ہے؟ وین گھر کے سامنے سے لیتی ہے؟ آپ کو کافی تسلی ہوگی ناں؟ سہولت جو ہے لیکن کیا کبھی آپ نے یہ جاننے کی کوشش کی ہے کہ وہ ڈرائیور کون ہے؟ کیسا شخص ہے؟ کیا کبھی آپ نے اپنے بچے سے ساری باتوں کے علاوہ اس پر بات کرنے کی کوشش کی کہ وہ جس سواری پر جاتا ہے اسے منزل پر پہنچانے والا شخص کس مزاج کا ہے اگر آپ کے بچے کو اس سے شدید چڑ ہے تو اسکی ایسی کیا وجہ ہے کہ وہ اس سے نفرت بھی کرتا ہے لیکن جانے پر مجبور بھی ہے؟ بچے کی مجبوری کو اذیت اور خوف تک پہنچنے سے پہلے اس کا حل نکالیں۔

خاندان میں کس کی شادی کیسے چل رہی ہے کس کی بہو سے نہیں بنتی، شادی میں نیا جوڑا بنانے کے لئے قیمتی کپڑا کس مارکیٹ سے بہتر ریٹ میں مل جائے گا؟ شہر میں کون سے ریستوران کا کھانا سب سے زیادہ مزیدار اور کون سی مووی سب سے زیادہ ہٹ ہے۔ اس سب کے لئے جب وقت نکالا جاسکتا ہے تو اس بات کے لئے بھی وقت نکالیں کہ چھوٹی سی عمر میں بچہ جسم میں اٹھنے والے درد کو اسکول نہ جانے سے کیوں مشروط کردیتا ہے؟ وہ من پسند کھانا کیوں رغبت سے نہیں کھاتا؟ اس نے کارٹون دیکھنے میں دلچسپی کیوں چھوڑ دی؟ اس نے آپ کو اسکول کی کچی پکی کہانیاں سنانا کیوں چھوڑ دیں؟

یہ آپ کا بچہ آپ کو نہیں بتائے گا آپ کو پوچھنا پڑے گا اور کبھی کبھی تو پوچھنے سے زیادہ سمجھنا اور خود وجوہات تلاش کرنا زیادہ اہم ہوجاتا ہے۔ اس بار جب بچے اسکول جانا شروع کریں تو انکی ہر ضرورت کا خیال رکھتے ہوئے ایک بار وقت نکال کر وین ڈرائیور سے بھی ذرا بات چیت کرلیں کیونکہ یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ شخص کون ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو جو سہولت محسوس ہورہی ہو وہ آپ کے بچے کی زندگی میں بکھرے رنگوں کو دھندلا کر رہی ہو۔

(بشکریہ: ہم سب)

معمولی تکرار پر خواجہ سراء پر وحشیانہ تشدد

پشاور 8 اگست 2018ء کو پشاور کے علاقہ ہشت نگری میں معمولی تکرار پر خواجہ سراء کو وحشیانہ تشدد کا نشانہ بناتے ہوئے لہولہان کر دیا گیا، ملزمان واردات کے بعد فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے، پولیس نے مقدمہ درج کر کے ملزمان کی تلاش شروع کر دی ہے۔ خواجہ سراء عابد عرف نینا ولد شاہ نواز خواجہ سراء نے پولیس کو رپورٹ درج کراتے ہوئے بتایا کہ وہ صدیقی پلازہ خوشحال بازار میں اپنے دیگر خواجہ سراء ساتھیوں کے ہمراہ رہائش پذیر ہے۔ گزشتہ روز اس کی ملزمان ایاز، جاوید عرف سورا اور سرحدی کے ساتھ تکرار ہوئی جس کے دوران تینوں نے اسے تشدد کا نشانہ بناتے ہوئے زخمی کر دیا۔

(روزنامہ آج)

خواجہ سراؤں پر حملہ، 3 زخمی

پشاور 2 اگست 2018ء کو پشاور کے نواحی علاقے سربند میں مسلح افراد نے 3 خواجہ سراؤں کو چھریوں کے پے درپے وار کر کے شدید زخمی کر دیا، ملزمان فائرنگ کرتے ہوئے موقع سے فرار ہوگئے۔ سی سی پی او پشاور نے واقعہ کا نوٹس لیتے ہوئے ملزموں کی گرفتاری اور تین رکنی تحقیقات کمیٹی قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔ تھانہ سربند پولیس کے مطابق خواجہ سراؤں کی صوبائی صدر امان اللہ عرف آرزو نے تھانے آکر بیان دیا کہ گزشتہ شب خواجہ سرا برادری کے تین ممبران دانش عرف لائبہ، حسنین عرف گڑیا اور اسد عرف اسدے اپنی گاڑی میں تقریب میں شرکت کیلئے اپنے دیگر ساتھیوں کو مدعو کرنے کیلئے سربند جا رہی تھیں کہ راستہ میں پشتہ خرہ بالا کے قریب دوسری گاڑی اور ایک موٹر سائیکل پر سوار مسلح افراد نے انہیں یرغمال بنا لیا جس کے بعد ملزمان نے لائبہ اور اسد کو وحشیانہ تشدد کے ذریعے اور حسنین عرف گڑیا کو خنجر کے وار سے زخمی کر دیا۔ اس دوران ملزمان نے گارڈ کو بھی نقصان پہنچایا جس کے بعد ملزمان ہوائی فائرنگ کرتے ہوئے فرار ہوگئے۔ پولیس کے مطابق خواجہ سرا آرزو نے ایف آئی آر میں 6 ملزمان سلمان، ظاہر شاہ، عدنان، قاری، مکرم اور جواد کو نامزد کر دیا ہے۔ چیف کیپٹل پولیس آفیسر پشاور قاضی جمیل الرحمٰن نے تھانہ سربند کی حدود میں خواجہ سراؤں پر تشدد کے واقعے کا نوٹس لیتے ہوئے متعلقہ پولیس کو ملزمان کی جلد از جلد گرفتاری کے احکامات جاری کر دیئے جبکہ واقعے کی تحقیقات کیلئے 3 رکنی کمیٹی تشکیل دے دی گئی ہے۔

(روزنامہ مشرق)

بھینس کی چوری پر 2 قتل

سکھر 21 اگست تحصیل روہڑی کے علاقے خرم خان جاگیرانی میں جاگیرانی برادری کے دو گروہوں میں بھینس کی چوری کے تنازعہ شروع ہو گیا۔ جس کے باعث ڈنڈے اور اینٹوں لگنے سے ایک گروہ کا 28 سالہ نوجوان گلشیر ولد علی شیر جاگیرانی اور دوسرے گروہ کے 30 سالہ نوجوان قائم الدین ولد محمد رمضان جاگیرانی ہلاک ہوگئے، جبکہ امیر بخش، مرتضٰی، غلام محمد، فقیر محمد، نور محمد سمیت 10 افراد زخمی ہوئے، حدود تھانہ جھانگڑو کے پولیس لاشیں اپنی تحویل میں لیکر پوسٹ مارٹم کے لئے تعلقہ اسپتال روہڑی لائی گئی، ایک بار پھر دونوں گروہ کے افراد آمنے سامنے ہونے پر لڑ پڑے ایک دوسرے اینٹوں کی برسات کر دی، جس کی وجہ سے اسپتال کے شیشے بھی ٹوٹ گئے، اسپتال کی انتظامیہ مزید پولیس کی نفری طلب کرادی، پولیس کی نگہداشت میں زخمیوں کو سول اسپتال رفر کیا گیا، پوسٹ مارٹم کے بعد لاشیں ورثاء کے حوالے کی گئیں۔ جھانگڑو تھانے پر دونوں گروہ کے خلاف مقدمات درج کیئے گئے۔ مزید معلوم ہوا ہے کہ ایک گروہ محمد رمضان جاگیرانی کی 12 بھینسیں چوری کی گئی تھیں جس کا مقدمہ جھانگڑو تھانے پر مخالف گروہ پر دائر ہے انصاف نہ ملنے پر تنازعہ اچانک بھڑک اٹھا۔

(شاکر جمالی)

تیزاب گردی سے لڑکا شدید زخمی

لکی مروت 12 اگست 2018ء کو تجوڑی میں نامعلوم افراد نے جواں سال لڑکے پر تیزاب پھینک دیا جسے شدید زخمی حالت میں ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔ اس سلسلے میں تھانہ تجوڑی پولیس نے رابطے پر بتایا کہ محمد ادریس ولد سید رسول سکنہ تجوڑی نے زخمی حالت میں ایف آئی آر درج کراتے ہوئے پولیس کو بتایا کہ گزشتہ شب وہ اپنے بھائی سید رحمان کے ہمراہ بازار سے گھر روانہ ہوئے جب گھر کے نزدیک پہنچے تو مخالف سمت سے ایک موٹر سائیکل پر سوار تین افراد نے ان کے نزدیک موٹر سائیکل کھڑا کر دیا، جن میں سے ایک نے اس کے چہرے پر تیزاب پھینک دیا، جس سے اس کا چہرہ جھلس گیا۔ پولیس نے تین نامعلوم ملزمان کے خلاف مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی۔

(روزنامہ آج)

70 فیصد شہری ووٹ پول کرنے سے محروم

چترال 27 جولائی 2018ء کو چترال کے علاقہ کالاش میں عام انتخابات 2018ء میں بیشتر افراد اپنا حق رائے دہی سے محروم رہے کیونکہ ووٹر فہرست میں ان کے نام ہی شامل نہیں کیئے گئے تھے۔ کالاش برادری کی فلاح بہبود کیلئے کام کرنے والی ایک تنظیم موور ینا لئنس فاؤنڈیشن نے سماجی میڈیا پر رپوٹ کا نوٹس لیا ہے اور اصلاح احوال کا مطالبہ کیا ہے۔ کالاش کے رہائشی اعظم نے کہا کہ ہم کیسے اپنا ووٹ ڈالنے کا قومی فریضہ پورا کر سکتے ہیں جبکہ وادی رمبور میں 70 فیصد لوگوں کے نام ووٹر لسٹ میں درج نہیں ہیں۔

(نامہ نگار)

پولنگ اسٹیشن کے اندر قومی وطن پارٹی کا رہنماء قتل

چارسدہ 25 جولائی کو قومی وطن پارٹی کے رہنماء شیراز خان مہمند کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا گیا، تفصیلات کے مطابق پہلوان قلعہ میں خواتین پولنگ سٹیشن پر جعلی پولنگ کی شکایت پر پی کے 60 میں قومی وطن پارٹی کے امیدوار شیراز خان اپنے ساتھیوں کے ساتھ پولنگ سٹیشن آئے جہاں پر اے این پی کے امیدوار معراج الدین نے اپنے ساتھیوں سمیت شیراز خان مہمند پر فائرنگ کر دی جس سے وہ شدید زخمی ہوگئے اور بعد ازاں زخمیوں کی تاب نہ لاتے ہوئے جاں بحق ہوگئے۔ قومی وطن پارٹی کی جانب سے پی کے 60 کے امیدوار بابر علی خان مہمند نے بتایا کہ 6 بجے کے قریب اے این پی کے امیدوار میاں معراج الدین اپنے ساتھیوں کامران بادشاہ، صلاح الدین، ضیاالحق، عثمان علی شیر کے ہمراہ پہلوان قلعہ کے خواتین پولنگ سٹیشن پر آئے اور خاتون پولنگ ایجنٹ کو باہر نکال کر پولیس اور آرمی کی موجودگی میں بیلٹ پیپروں پر مہریں لگا کر پول کرنا شروع کر دیا، جس پر شیراز خان نے آکر اسے منع کرنے کی کوشش کی جس پر معراج الدین خان نے شیراز خان پر فائرنگ کر دی۔ بابر علی خان مہمند نے الزام لگایا کہ صبح سے جعلی پولنگ کا سلسلہ جاری تھا، انہوں نے کئی بار آرمی، پولیس کو مطلع کیا مگر کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔

(روزنامہ آج)

متعدد افراد ووٹ ڈالنے سے محروم

ڈیرہ اسماعیل خان 25 جولائی ء کو ڈیرہ اسماعیل خان میں متعدد ووٹرز الیکشن کمیشن کی طرف سے ووٹرز فہرستوں کے حوالے سے ووٹرز کو بھجوائی گئی معلومات غلط ہونے کے باعث در بدر کی ٹھوکریں کھانے کے بعد ووٹ ڈالنے سے محروم رہ گئے۔ الیکشن کمیشن کی طرف سے ووٹرز فہرستوں کے حوالے سے ووٹرز کو میسجز کے ذریعے 8300 نمبر پر بھجوائی گئی غلط معلومات کے باعث کئی ووٹرز ووٹ ڈالنے سے محروم رہ گئے، سخت گرمی اور حبس کے باوجود ووٹرز اپنے ووٹ کے استعمال کیلئے مختلف پولنگ سٹیشنوں پر جا کر اپنے ووٹ کے حوالے سے معلومات حاصل کرتے رہے اور انتخابی لسٹوں میں اندراج نہ ہونے کے باعث مایوس واپس لوٹ گئے۔ ووٹرز نے واقعے کا نوٹس لیتے ہوئے فوری انکوائری کا مطالبہ کیا ہے۔ (روزنامہ ایکسپریس)

کئی علاقوں میں بیلٹ پیپر غائب کر دیئے گئے

پشاور 25 جولائی کو عام انتخابات کے موقع پر پشاور کے بعض نواحی علاقوں میں قومی اسمبلی کی بیلٹ پیپر غائب کر دیئے گئے جس سے ووٹروں کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ پولنگ عملے نے موقف اپنایا کہ بیلٹ پیپر ختم ہو گئے ہیں، بیلٹ پیپر نہ ہونے پر ووٹروں میں شدید اشتعال پایا گیا۔ ووٹروں کے مطابق دو پہر دو بجے ہی بیلٹ پیپر غائب کر دیئے گئے جس سے سینکڑوں ووٹر اپنا حق رائے دہی استعمال کرنے سے محروم ہو گئے۔ اس ضمن میں متعلقہ پولنگ عملے کو آگاہ کر دیا گیا۔

(روزنامہ آج)

زبردستی انگوٹھے لگوانے پر خواتین کا احتجاج

پشاور 25 جولائی کو پیسکو ہیڈ کوارٹر اور ایس ڈی او گل بیلہ کے دفتر میں قائم پولنگ اسٹیشنوں میں ہنگامہ آرائی کے باعث پولنگ کو جزوی طور پر روک دیا گیا، دونوں پولنگ اسٹیشنوں میں خواتین نے موقف اختیار کیا کہ مخالف سیاسی جماعتوں کے پولنگ ایجنٹ زبردستی ووٹروں سے شناختی کارڈ حاصل کر کے انگوٹھے لگوا رہے ہیں، جس پر سیاسی جماعتوں کے خواتین ایجنٹوں نے ہنگامہ آرائی کی اور مطالبہ کیا کہ اس میں ملوث خواتین ایجنٹوں کے خلاف کاروائی کرے، تاہم انتظامیہ کی جانب سے کاروائی نہ کرنے پر سیاسی جماعتوں کی خواتین نے شدید احتجاج کیا اور ہنگامہ آرائی کے باعث دونوں پولنگ سٹیشنوں پر انتخابات کو روک دیا گیا۔ حکومتی اداروں کے اہلکاروں کی مداخلت کے باعث بعض خواتین کو پولنگ سٹیشنوں سے باہر نکال دیا گیا جس کے بعد پولنگ دوبارہ شروع ہوگئی۔ شہر کے بیشتر پولنگ سٹیشنوں میں ہنگامہ آرائی کے باعث پولنگ جزوی طور پر روک دی گئی۔

(روزنامہ ایکسپریس)

بعض مقامات پر پولنگ سٹاف بھوکا پیاسا رہا

پشاور الیکشن والے دن شہر کے بعض پولنگ سٹیشنوں میں ڈیوٹی انجام دینے والے پولنگ سٹاف کے کھانے پینے کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا تھا جبکہ امیدواروں کے پولنگ ایجنٹوں کی طرف سے بھی صرف ووٹ ڈلوانے پر زور دیا جاتا رہا۔ شہر میں بعض پولنگ سٹیشنوں پر گیارہ سے دو بجے کے درمیان ووٹروں کا رش دیکھنے میں آیا جس کی وجہ سے پولنگ سٹاف کو کھانے کا موقع نہ مل سکا، کیونکہ پولنگ سٹیشن میں موجود ووٹروں اور انتخابی امیدواروں کا اصرار تھا کہ پہلے ان کو ووٹ پول کرنے دیا جائے جس کی وجہ سے پولنگ سٹاف کھانے سے محروم رہ گیا۔ (روزنامہ آج)

بھیڑ وچ کے مکینوں نے الیکشن کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا

مردان بھیڑ وچ کے مکینوں نے پولنگ سٹیشن دوسری جگہ منتقلی کے خلاف الیکشن سے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر پولنگ سٹیشن پرائمری سکول بھیڑ وچ واپس منتقل نہ ہوا تو تین ہزار ووٹرز نے آئندہ الیکشن میں کسی بھی امیدوار کے حق میں ووٹ نہیں ڈالیں گے۔ اس سلسلے میں ناظم سجاد سید کی نگرانی میں نواحی علاقہ بھیڑ وچ کے سینکڑوں افراد نے سدھوم پریس کلب رستم میں ایک پریس کانفرنس کی۔

(روزنامہ آج)

سہولیات عدم دستیابی، بیشتر ووٹرز پولنگ سٹیشنوں میں بے ہوش

پشاور الیکشن والے دن حبس اور مناسب سہولیات نہ ہونے کے باعث بیشتر ووٹرز پولنگ سٹیشنوں کے اندر بے ہوش ہوگئے جس میں زیادہ تر خواتین شامل تھیں۔ تنگ مقامات پر موجود سکولوں میں رش کے باعث حبس زیادہ رہا، پانی کی سہولیات پولنگ سٹیشنوں میں نہ ہونے کے برابر تھی جبکہ باتھ رومز کو بند کر دیا گیا تھا۔ حبس کے باعث پولنگ بوتھوں پر رش کے باعث ہوا بند ہونے سے بیشتر معمر خواتین بھی بے ہوش ہوگئی، جنہیں ڈیوٹی پر تعینات پولیس اہلکاروں نے فوری طور پر طبی امداد فراہم کی۔ ان میں سے بیشتر خواتین ووٹ ڈالے بغیر اپنے گھروں کو لوٹ گئیں۔ پولنگ ا سٹیشنوں پر مناسب سہولیات نہ ہونے کے باعث پولنگ عملے کو بھی شدید مشکلات پیش آئیں۔ (روزنامہ آج)

تحریک انصاف کا کارکن جاں بحق

صوابی 25 جولائی کو قومی اسمبلی کے حلقہ این اے 19 صوابی ٹو میں واقع صوبائی اسمبلی کے حلقہ 47 صوابی 5 کے کرنل شیر کلے نوں کلی کے گورنمنٹ پرائمری سکول جمال آباد، ہنگزارہ پولنگ سٹیشن کے قریب امیدواروں کے کیمپوں پر پی ٹی آئی اور اے این پی کے کارکنوں کے مابین فائرنگ کے تبادلے کے دوران پی ٹی آئی کے دیرینہ رہنما مختیار جان کا کا جواں سال بیٹا انجینئر شاہ زیب جاں بحق جبکہ مختیار جان کا کا سمیت پی ٹی آئی کے تین اور اے این پی کا ایک کارکن زخمی ہوگیا۔ پولیس تھانہ کالو خان کی رپورٹ کے مطابق الیکشن کیمپ میں اے این پی اور پی ٹی آئی کے کارکنوں کے مابین تکرار ہوئی اس دوران اے این پی کے کارکنوں کی جانب سے فائرنگ کے نتیجے میں پی ٹی آئی کے سرگرم کارکن انجینئر شاہ زیب موقع پر جاں بحق جبکہ فائرنگ سے مختیار جان کا کا، محمد سلیم اور شہزاد شدید زخمی ہوگئے، جبکہ غیر مصدقہ اطلاعات کے مطابق فائرنگ سے اے این پی کا ایک کارکن عدنان بھی زخمی ہوا ہے۔ کالو خان پولیس نے مختیار جان کا کا کی رپورٹ پر اے این پی کے ضلعی صدر، پی کے 47 صوابی 5 سے امیدوار حاجی امیر الرحمٰن اور جان محمد عرف جانے کیخلاف ایف آئی آر درج کر کے تفتیش شروع کر دی ہے۔ وقوعہ کے بعد پولنگ کا عمل جاری رہا، اس حلقے سے پی ٹی آئی کے مرکزی وائس چیرمین اور سابق صوبائی سینئر وزیر برائے صحت شہرام خان ترکئی، اے این پی کے ضلعی صدر حاجی امیر رحمٰن اور مسلم لیگ ن کے اعجاز اکرم باچا کے مابین مقابلہ تھا۔ (روزنامہ آج)

ٹارگٹ کلنگ جاری، قبائلی عمائدین قتل

شمالی وزیرستان 31 جولائی کو شمالی وزیرستان میں منگل کے روز دن دیہاڑے میرانشاہ کے علاقے تپی میں دو قبائلی عمائدین کو نامعلوم موٹر سائیکل سواروں نے گولیاں مار کر قتل کر دیا اور فرار ہوتے ہوئے ایک بچی کو موٹر سائیکل کی ٹکر سے زخمی کر دیا۔ میرانشاہ کے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال کے ذرائع نے بتایا کہ منگل کی صبح ملک نیاز خان اور ملک سلام خان اپنی گاڑی میں تپی گاؤں سے میرانشاہ آ رہے تھے کہ کہ راستے میں ایک موٹر سائیکل پر دو نامعلوم افراد نے گاڑی پر حملہ کر دیا، جس سے ملک سلام خان موقع پر جاں بحق ہوئے جبکہ ملک نیاز خان کو شدید زخمی حالت میں میرانشاہ ہسپتال لے جایا گیا جہاں وہ زخمیوں کی تاب نہ لا کر چل بسے۔ مذکور قبائلی عمائدین کا شمار تپی گاؤں کے سرکردہ مشران میں ہوتا تھا، تپی گاؤں کے ایک مقامی نے میڈیا کو بتایا کہ موٹر سائیکل سواروں نے ڈھاٹے باندھے ہوئے تھے اور واردات کے بعد جب وہ فرار ہو رہے تھے تو لڑکیوں کے مدرسہ کی چھٹی ہوگئی جہاں سے نکلنے والی ایک بچی کو موٹر سائیکل کی ٹکر ماردی جس سے بچی اور موٹر سائیکل قریبی نہر میں جا گرے، تاہم موٹر سائیکل سوار پیدل ہی فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے جبکہ بچی کو مقامی لوگوں نے نہر سے نکال لیا۔

(روزنامہ مشرق)

ٹارگٹ کلنگ سے دو پولیس اہلکار شہید

ڈیرہ اسماعیل خان 31 جولائی کو ڈیرہ کے علاقہ تحصیل پروا میں ٹارگٹ کلنگ کے ایک اور واقعہ میں دو پولیس اہلکار شہید ہو گئے، حملہ آور ارتکاب جرم کے بعد موقع سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ پولیس اہلکاروں کی میتیں پوسٹ مارٹم کے بعد لواحقین کے سپرد کر دی گئیں۔ پولیس لائن ڈیرہ میں شہداء کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ تھانہ پروا کی حدود خانہ شریف موٹ کے قریب نامعلوم دہشت گردوں نے موٹر سائیکل پر سوار دو پولیس اہلکاروں ڈی ایف سی ہیڈ کانسٹیبل 45 سالہ نظام عباس ساکن جھوک رضونائیو یلہ روڈ ڈی ایس پی ڈیرہ کے اہلکار کانسٹیبل 30 سالہ محمد بشیر ساکن گرہ سانگھی پر اندھا دھند فائرنگ کر دی، جس سے وہ موقع پر جاں بحق ہو گئے۔ واقعہ کی اطلاع پر پولیس کی بھاری نفری موقع پر پہنچ گئی اور دونوں پولیس اہلکاروں کی لاشوں کو تحویل میں لے کر پروا ہسپتال منتقل کر دیا۔، پولیس ذرائع کے مطابق تھانہ پروا میں تعینات ڈی ایف سی پولیس اہلکار غلام عباس اور علاقہ پروا میں ڈیوٹی پر موجود ڈی ایس پی ڈیرہ کا اہلکار کانسٹیبل محمد بشیر وقوعہ کی صبح اکھٹے تھانہ سے موٹر سائیکل پر ڈیوٹی کیلئے روانہ ہوئے، تھانہ پروا کی حدود خانہ شریف موڑ کے قریب پہنچنے پر موٹر سائیکل پر سوار نامعلوم دہشت گردوں نے ان پر اچانک فائرنگ کر دی جس سے وہ جاں بحق ہو گئے۔

(روزنامہ مشرق)

خودکش حملہ، اکرام گنڈاپور شہید

ڈیرہ اسماعیل خان 22 جولائی کو تحصیل کلاچی کے محلّہ کمال خیل میں نوری دربار کے قریب انتخابی مہم کے دوران سابق صوبائی وزیر زراعت اور امیدوار پی ٹی آئی PK99 کلاچی سردار اکرام اللہ خان گنڈاپور کی گاڑی کے قریب خودکش دھماکا ہوا جس میں سابق صوبائی وزیر ڈرائیور سمیت شہید جبکہ پانچ افراد زخمی ہو گئے۔ گاڑی اور آس پاس کے مکانوں کو شدید نقصان ، زخمیوں کو اپنی مدد آپ اور ریسکیو 1122 کی ایمبولینسز کے ذریعے سول ہسپتال ڈیرہ اور سی ایم ایچ منتقل کیا گیا۔ تفصیلات کے مطابق کلاچی شہر کے محلّہ کمال خیل میں نوری دربار کے قریب سابق صوبائی وزیر زراعت و پی ٹی آئی امیدوار PK99 سردار اکرام خان گنڈاپور انتخابی مہم کے سلسلے میں اکرام کمال خیل کے گھر سے نکلے اور گاڑی میں بیٹھ رہے تھے کہ ایک خودکش حملہ آور نے گاڑی کے قریب خود کو اڑا دیا، جس کے نتیجے میں سابق صوبائی وزیر سردار اکرام خان گنڈہ پور ان کا ڈرائیور محمد رمضان، سابق یوسی ناظم درابن نجیب شاہ، گن مین دلنواز، گن مین عبدالرزاق اور راہگیر سیف الرحمان زخمی ہو گئے، جنہیں فوری طور پر اپنی مدد آپ اور ریسکیو 1122 کی ایمبولینسز کے ذریعے سول ہسپتال ڈیرہ اور سی ایم ایچ ہسپتال منتقل کر دیا گیا، جہاں سابق صوبائی وزیر سردار اکرام خان گنڈہ پور اور ان کا ڈرائیور رمضان زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہید ہو گئے۔ واقعے کی اطلاع ملنے پر پولیس و سکیورٹی فورسز نے علاقے کو گھیرے میں لے لیا۔

(روزنامہ ایکسپریس)

انتظامیہ افسر کا ڈرائیور پر وحشیانہ تشدد

سوات 24 جولائی کو انتظامیہ افسر نے ڈرائیور پر وحشیانہ تشدد کرتے ہوئے لاتوں اور گھونسوں کی بارش کر دی اور تشدد کو جائز قرار دیا۔ مقامی لوگوں نے واقعہ کی شدید مذمت کی۔ رحیم آباد میں انتظامی افسر نے الیکشن کی ڈیوٹی کیلئے گاڑی نہ دینے والے ڈرائیور کو اپنے گن مین کے ساتھ ملکر شدید تشدد کا نشانہ بنایا، افسر اس وقت انتہائی غصے کے عالم میں مقامی لوگوں پر بھی غصے کا اظہار کر رہے تھے۔ دوسری جانب میڈیا کے نمائندوں نے ڈرائیور پر تشدد کے حوالے سے انتظامی افسر کا موقف جاننے کیلئے رابطہ کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے ڈرائیور کو تشدد کا نشانہ بنایا ہے اور ایسے موقع پر تشدد کی اجازت ہے، دوسری جانب انتظامی افسر کی جانب سے غریب ڈرائیور پر تشدد کا واقعہ سامنے آنے کے بعد مقامی لوگوں نے اعلیٰ حکام سے مذکور افسر کیخلاف قانونی کاروائی کا مطالبہ کیا ہے۔

(روزنامہ آج)

مسجد میں چوری کا الزام، بزرگ شہری پر بہیمانہ تشدد

میرپور آزاد جموں و کشمیر کے ضلع میرپور کے گاؤں میں ایک 55 سالہ بزرگ کو بہیمانہ تشدد اور تذلیل کا نشانہ بنایا گیا۔ مقامی پولیس کے مطابق ادھیڑ عمر شخص کو ایک مقامی مسجد میں مبینہ طور پر ناپا کی کرنے پر تشدد کا نشانہ بنایا گیا، ادھیڑ عمر شخص پر مسجد کی تاریں، بلب اور پانی کے نلکے چوری کرنے کے الزامات بھی عائد کیے گئے۔ ابتدائی اطلاعاتی رپورٹ کے مطابق ادھیڑ عمر شخص پر بہیمانہ تشدد اور تذلیل کا حکم پنچائیت کی جانب سے دیا گیا تھا۔ بعدازاں متاثرہ شخص کے سر، مونچھوں اور بھنوؤں کے بال مونڈھ دیے گئے تھے اور ان کے گلے میں پٹہ ڈال کر گلیوں میں گھمایا گیا۔ پولیس کے مطابق مسجد کے امام نے ادھیڑ عمر شخص پر نلکوں کی چوری اور مسجد کے برآمدے کو ناپاک کرنے کے الزامات عائد کیے تھے۔ پولیس نے بتایا کہ مذکورہ شخص کو جوتوں کا ہار پہنا کر گلیوں میں گزارا گیا، 55 سالہ شخص کو گلیوں سے گھمانے کے منظر کو فلمایا گیا اور ویڈیو سوشل میڈیا پر اپ لوڈ بھی کی گئی۔ ایس ایس پی میرپور کی مداخلت پر ملزمان کیخلاف منگلا تھانے میں مقدمہ درج کر لیا گیا ہے جبکہ پولیس نے حادثے میں ملوث دو ملزمان کو گرفتار کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ دوسری جانب متاثرہ شخص نے خود پر لگائے گئے الزامات کو مسترد کر دیا ہے، انہوں نے پولیس کو بتایا کہ علاقے کے بااثر شخص نے انہیں بلایا تھا جب وہ وہاں پہنچے تو ان پر چوری کا الزام لگا کر بہیمانہ تشدد کیا گیا۔ مذکورہ شخص کے مطابق ایک حجام اور ڈھول والا بھی جائے وقوع پر موجود تھے، حجام نے اس کے سر اور مونچھوں کے بال مونڈھ دیے تھے، جبکہ ڈھول والے کو اس وقت ڈھول بجانے کا کہا گیا جب جوتوں کا ہار پہنا کر انہیں گلیوں سے گزارا گیا۔

(بشکریہ روزنامہ ڈان)

دہشت گردی کے خلاف ایچ آر سی پی، سیاسی، سماجی، مذہبی تنظیموں کے مظاہرے

حیدرآباد مستونگ، بنوں اور پشاور سانحات کے خلاف 15 جولائی کو حیدرآباد میں احتجاجی مظاہرے کئے گئے اور شہداء کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔ وکلاء نے عدالتی کارروائی کا بائیکاٹ کیا۔ مساجد میں نمازوں کی ادائیگی کے بعد شہداء کے ایصال ثواب کے لیے خصوصی دعائیں مانگی گئیں۔ مسیحی برادری نے گرجا گھروں میں سانحات کے شہداء اور زخمیوں کے لیے خصوصی دعائیں کیں۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق سندھ ٹاسک فورس حیدرآباد کی جانب سے ملک میں حالیہ دہشت گردی میں سینکڑوں افراد کے ہلاک اور زخمی ہونے کے واقعات کے خلاف حیدرآباد پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ اس موقع پر ایچ آر سی پی کے رہنماؤں اسد اقبال بٹ، پروین سومرو، غفرانہ، پردیپ کالانی، امجد پلیجو، اشوتھاما، سعید بلوچ، عبدالحئی، خضر قاضی، روز مٹھانی سمیت دیگر نے مستونگ، بنوں اور پشاور میں دہشت گردی کے حالیہ واقعات کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا کہ دہشت گردی کی تازہ لہر میں 300 سے زائد افراد قتل اور 500 سے زائد افراد زخمی ہوئے جو قابل مذمت ہے۔ انہوں نے کہا کہ عوام متحد ہوکر مستقبل کے جمہوری پاکستان کو سازشوں سے بچاسکتے ہیں۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ دہشت گردی کے حالیہ واقعات میں ملوث دہشت گردوں کو منظر عام پر لاکر انہیں سخت سزائیں دی جائیں۔

(لالہ عبدالحلیم)

انصاف نہ ملنے پر خاتون کی کمرہ عدالت میں خودسوزی کی کوشش

کراچی لاپتا شخص کی والدہ بیٹے کی محبت میں اپنے اعصاب پر قابو نہ رکھ سکھیں، کمرہ عدالت میں خودسوزی کی کوشش کی تاہم انہیں بچالیا گیا۔ سندھ ہائی کورٹ میں 20 سے زائد لاپتا افراد کی بازیابی سے متعلق درخواستوں کی سماعت ہوئی۔ سماعت کے آغاز میں ایک خاتون جن کا بیٹا 2012 سے لاپتا ہے، نے عدالت میں چیخ و پکار شروع کردی۔ مذکورہ خاتون نے اپنے بیٹے کی محبت میں اپنے اعصاب پر قابو کھوتے ہوئے اپنے اوپر پیٹرول چھڑک کر آگ لگانے کی کوشش کی، تاہم انہیں بچالیا گیا۔

(بشکریہ، ڈان)

19 ہاریوں کو بازیاب کرالیا گیا

حیدرآباد فرسٹ ایڈیشنل اینڈ سیشن جج حیدرآباد کے احکامات پر ہوسٹری پولیس نے زمیندار کی نجی جیل پر چھاپہ مارکر حبس بے جا میں رکھے گئے خواتین وبچوں سمیت 19 ہاریوں کو بازیاب کرالیا۔ تفصیلات کے مطابق فرسٹ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کی عدالت میں چندرنامی ہوسٹری کے رہائشی نے درخواست دی تھی کہ مقامی زمیندار اشرف پنجابی نے اس کے گھر کی عورتوں اور بچوں سمیت 19 افراد کو حبس بے جا میں رکھا ہوا ہے اور ان سے جبری مشقت لی جارہی ہے، لہٰذا انہیں بازیاب کرایا جائے۔ عدالت نے ایس ایچ او ہوسٹری کو زمیندار اشرف کی زمینوں پر چھاپہ مارکر ہاریوں کو بازیاب کرانے کا حکم دیا جس پر پولیس نے چھاپہ مارکر حبس بے جا میں رکھے گئے تمام 19 ہاریوں کو بازیاب کراکر عدالت میں پیش کیا۔ عدالت نے بازیاب ہونے والے ہاریوں کے بیانات کے بعد انہیں آزادانہ زندگی گزارنے کی اجازت دی۔ (لالہ عبدالحلیم)

سول جج کا پولیس اسٹیشن پر چھاپہ، ہتھکڑی لگا بچہ بازیاب

لاڑکانہ لاڑکانہ میں داری پولیس اسٹیشن کے احاطے میں ایک شخص کی بازیابی کے لیے مارے گئے چھاپے کے دوران ہتھکڑی لگے 10 سالہ بچہ کو بازیاب کرالیا گیا۔ ڈان اخبار کی رپورٹ کے مطابق سول جج کی جانب سے ایک شخص کی بازیابی کے لیے لاڑکانہ کے داری پولیس اسٹیشن پر چھاپہ مارا گیا، اس دوران مبینہ طور پر اسٹیشن ہیڈ افسر (ایس ایچ او) کی جانب سے غیر قانونی طور پر قید میں رکھے گئے بچے کو ہتھکڑیاں لگے بازیاب کرالیا گیا۔ ذرائع کے مطابق دونوں افراد کو پولیس اسٹیشن کے احاطے میں ایس ایچ او کے رہائشی کوارٹر سے بازیاب کیا گیا۔ خیال رہے کہ لاڑکانہ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کے حکم پر عمل کرتے ہوئے سول جج اور جوڈیشل مجسٹریٹ ظفراللہ جاکھرانی کی جانب سے پولیس اسٹیشن کے احاطے میں چھاپہ مارا گیا تھا۔ لاڑکانہ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج نے یہ حکم بیت المال کالونی کے رہائشی معشوق خروس کی جانب سے وکیل عابد ابڑو کی توسط سے دائر درخواست پر جاری کیا۔ عدالت میں دائر درخواست میں معشوق خروس نے موٴقف اپنایا تھا کہ ان کے بھائی عاشق خروس کو ایس ایچ او فدا حسین لانگا نے 14 روز سے غیر قانونی قید میں رکھا ہوا ہے۔ درخواست گزار کے وکیل عابد ابڑو نے عدالت کو بتایا کہ عاشق خروس کو داری پولیس نے گھر پر ریڈ مارکر حراست میں لیا اور غیر قانونی قید میں رکھا۔ انہوں نے الزام لگایا کہ ایس ایچ او کا یہ اقدام متاثرہ فرد کے ساتھ کسی پرانی دشمنی کا شاخسانہ لگتا ہے۔ متاثرہ بچے کے بھائی کی جانب سے دائر درخواست پر سیشن جج نے جوڈیشل مجسٹریٹ ظفراللہ جاکھرانی کو چھاپہ مار ٹیم کا کمشنر مقرر کرتے ہوئے حکم دیا کہ وہ پولیس اسٹیشن کا اچانک دورہ کریں اور عاشق خروس کا پتہ لگائیں۔ سیشن جج کے حکم پر عمل کرتے ہوئے جوڈیشل مجسٹریٹ نے عاشق خروس کو بازیاب کرایا ساتھ ہی ایک نوجوان بچے عمران بروہی کو بھی بازیاب کیا، جسے ہتھکڑی باندھ کر پولیس اسٹیشن کے احاطے میں رکھا گیا تھا۔ اس موقع پر چھاپہ مار ٹیم کے کمشنر نے ایس ایچ او فدا حسین لانگا کو حکم دیا کہ وہ بدھ 15 اگست کو ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کے سامنے دونوں افراد سے متعلق ریکارڈ کے ساتھ پیش ہوں۔ (بشکریہ ڈان)

اکرم درانی پر ایک اور قاتلانہ حملہ

بنوں 22 جولائی کو سابق وفاقی وزیر اکرم درانی قاتلانہ حملے میں بال بال بچ گئے، گولی بلٹ پروف گاڑی کے شیشے پر لگی تاہم وہ محفوظ رہے۔ سابق وفاقی وزیر اور این اے 35 اور پی کے 90 کے امیدوار اکرم خان درانی انتخابی جلسے میں شرکت کے لیے مندروری جارہے تھے کہ اس دوران راستے میں نامعلوم ملزمان نے ان کی گاڑی پر فائرنگ کردی تاہم وہ گاڑی بلٹ پروف ہونے کی وجہ سے محفوظ رہے۔ واقعہ کے فوراً بعد سکیورٹی پر مامور پولیس اہلکاروں نے ان کی گاڑی کا محاصرہ کرلیا اور وہ جلسہ میں شرکت کئے بغیر واپس چلے گئے، اس موقع پر پولیس کی بھاری نفری موقع پر پہنچی اور علاقے کا محاصرہ کرکے سرچ آپریشن شروع کیا۔ آپریشن کے دوران پولیس نے متعدد مشتبہ افراد کو گرفتار کرلیا۔ اطلاعات کے مطابق فائرنگ کے وقت اکرام خان درانی اپنی گاڑی سے اتر کر لوگوں سے مل رہے تھے، واقعہ کے بعد بھی اکرم خان درانی نے انتخابی مہم جاری رکھی۔ حالیہ انتخابی مہم کے دوران جمعیت علماء اسلام کے امیدواروں پر یہ تیسرا حملہ ہے، اس سے پہلے حلقہ پی کے 89 میں متحدہ مجلس عمل کے امیدوار ملک شیرین مالک پر غوڑہ بکاخیل میں جبکہ علاقہ ہوید میں اکرم خان درانی کے قافلے پر ریموٹ کنٹرول بم حملہ ہوا تھا۔

(روزنامہ مشرق)

میڈیا سے متعلق قانون سازی میں تمام فریقین سے مشاورت کی جائے

کراچی کونسل آف پاکستان نیوز پیپرایڈیٹرز (سی پی این ای) نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ ذرائع ابلاغ کے قوانین سے متعلق کوئی بھی قانون سازی کرنے سے قبل مدیروں، صحافیوں، پبلشرز اور دیگر فریقین سے مشاورت کی جائے۔ڈان اخبار کی رپورٹ کے مطابق دوروز قبل ہی وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات فواد چوہدری نے اعلان کیا تھا کہ پاکستان الیکٹرونک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پیمرا) اور پریس کونسل کو ختم کرکے ایک نئی باڈی قائم کی جائے گی جس کا نام پاکستان میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی ہوگا۔سی پی این ای کے تحت ایک مشترکہ بیان جاری کرتے ہوئےصدر عارف نظامی، سینئر نائب صدر امتنان شاہد اور سیکریٹری جنرل ڈاکٹر جبار خٹک کا کہنا تھا کہ پریس آرڈیننس کی منسوخی سی پی این ای، پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹ اور سماجی وسیاسی کارکنان کی طویل جدوجہد کا نتیجہ تھی۔ان کا مزید کہنا تھا کہ کسی مہذب معاشرے میں ذرائع ابلاغ کے خلاف امتیازی قوانین کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔بیان میں کہا گیا کہ سی پی این ای کا اس حوالے سے واضح موقف ہے کہ میڈیا کے لیے علیحدہ خصوصی میڈیا قوانین کی ضرورت نہیں،اسے عام قوانین سے ریگولیٹ کیا جاسکتا ہے۔ان کا کہنا تھا کہ پرنٹ، الیکٹرونک اور ڈیجیٹل میڈیا کے کام کرنے کے طریقہ کار، مسائل اور اثرات مختلف ہیں چنانچہ تینوں اقسام کے میڈیا کو ایک قانون کے تحت چلانا عقلمندی نہیں۔آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی (اے پی این ایس) نے امید ظاہر کی ہے کہ نئی حکومت میڈیا کے حوالے سے ریاستی باڈیز میں تبدیلیاں کرنے سے قبل تمام اسٹیک ہولڈرز کے ساتھ بامعنی مشاورت کرے گی۔ایک بیان میں اے پی این ایس نے حکومت کی جانب سے سرکاری ذرائع ابلاغ میں اصلاحات کے اعلان کا خیر مقدم کیا۔ان کا کہنا تھا کہ تمام تر میڈیا کو ریگولیٹ کرنے کے لیے پاکستان میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی کا قیام غیر موثر نہ ہوجائے کیوں کہ پریس کونسل پرنٹ میڈیا کے اداروں کی جانب سے ان کے حقوق کی خلاف ورزی پر قائم کی گئی تھی جبکہ پیمرا کو حکومت نے قائم کیا تھا۔اے پی این ایس کی جانب سے جارہ کردہ بیان میں صدر حمید ہارون اور سیکریٹری جنرل سرمد علی نے اس امید کا اظہار کیا کہ قوانین میں کسی قسم کی ترمیم اور نئے قوانین کو اے پی این ایس سمیت تمام فریقین سے مشاورت کے بعد متعارف کروایا جائے گا۔اس کے ساتھ انہوں نے اس بات کی جانب بھی اشارہ کیا کہ 18ویں ترمیم کے بعد اخبارات، کتابیں اور پرنٹنگ پریس صوبائی حکومت کے دائرہ اختیار میں شامل ہوچکے ہیں۔ (نامہ نگار)

غذائی قلت، 4 نومولود دم توڑ گئے

مٹھی غذائیت کی کمی اور وائرل انفیکشنز کے باعث صوبہ سندھ کے صحرائی ضلع تھرپارکر میں مزید 4 نومولود دم توڑ گئے۔مرنے والے چاروں بچوں نے اپنی آخری سانسیں مٹھی کے سول ہسپتال میں لی تھیں جہاں انہیں علاج کی غرض سے لایا گیا تھا۔اس ضمن میں محکمہ صحت کے اہلکار نے نام نہ ظاہر کرنے کی شرط پر بتایا کہ 4 مزید بچوں کی ہلاکت کے بعد رواں برس تھر میں جاں بحق ہونے والے بچوں کی تعداد 401 تک پہنچ گئی۔تھر میں کام کرنے والے مختلف غیر حکومتی اداروں (این جی اوز) نے سندھ حکومت کا تھر کو قحط زدہ علاقہ قرار دینے کے اقدام کو سراہا اور مطالبہ کیا کہ حکومتی ادارے امدادی کاموں میں تیزی لائیں۔تھرڈیپ رورل ڈویلپمنٹ پروگرام (ٹی آرڈی پی) کے چیف ایگزیکٹو افسر ڈاکٹر اللہ نواز سامون نے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ سندھ حکومت کی جانب سے تھر کو قحط زدہ علاقہ قرار دینا اور یہاں موجود 3 لاکھ 23 ہزار 4 سو 35 خاندانوں کو ماہانہ گندم فراہم کرنے کا اقدام خوش آئند ہے۔تاہم حکومت کو مویشیوں کے لیے چارہ اور صحرائی علاقے میں پینے کا پانی فراہم کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ (بشکریہ ڈان)

خواتین کا لوڈشیڈنگ کے خلاف احتجاج

دیر گذشتہ عیدالاضحی کے دوسرے دن خیبر پختونخوا کے ضلع لوئر دیر کے علاقے تالاش میں خواتین سڑکوں پر نکل کر لوڈشیڈنگ کے خلاف احتجاج کر رہی تھیں،اس طرح کا منظر اس علاقے بہت کم دیکھنے کو ملتا ہے کیونکہ خواتین کی کسی احتجاج میں شرکت کو معیوب سمجھا جاتا تھا۔خواتین کے ساتھ علاقے کے مرد بھی موجود تھے اور وہ حکومت کے خلاف نعرہ بازی بھی کر رہے تھے۔انہی مظاہرین نے سڑک کو بھی ٹریفک کے لیے بند کیا تھا۔ضلع لوئر دیر کے تاریخ میں ایسا شاید پہلی مرتبہ ہوا ہے کہ خواتین سڑکوں پر نکل کر اپنے حقوق کی لیے مردوں کے شانہ بشانہ آواز بلند کر رہی تھیں۔یہی ضلع ماضی میں میڈیا کا مرکز رہا جب سال 2013 کے عام انتخابات میں ایک حلقے میں عورتوں کو ووٹ کے حق سے محروم کرنے کا تنازع سامنے آیا تھا۔بعد میں جس حلقے میں مبینہ طور پر عورتوں کو ووٹ ڈالنے سے منع کیا گیا تھا اسی حلقے کے نتائج کو عدالت میں چیلنج بھی کیا گیا تھا۔مقامی صحافی شیر محمد نے اس احتجاج کا احوال بتاتے ہوئے بی بی سی کو بتایا کہ تمام خواتین نے شٹل کاک برقع پہن رکھا تھا اور مردوں نے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر خواتین کے گرد دائرہ بنایا ہوا تھا تاکہ خواتین کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔شیر محمد کے مطابق مظاہرے میں موجود مردوں نے میڈیا کو یہ اجازت نہیں دی تھی کہ وہ خواتین کے ساتھ بات کر سکیں۔شیر محمد نے بتایا کہ وہاں پر موجود مردوں کا کہنا تھا کہ خواتین کی میڈیا سے بات کرنا ہمارے ہاں اچھا نہیں سمجھا جاتا۔لیکن مبصرین کا خیال ہے کہ ان خواتین کا باہر نکلنا اور سال 2018 کے عام انتخابات میں بہت زیادہ تعداد میں عوارتیں باہر آنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ خواتین کو احساس ہوگیا ہے کہ وہ خود حقوق مانگنے کے لیے باہر نکلیں۔اسی علاقے میں جہاں خواتین احتجاج کے لیے باہر نکلی تھیں وہاں کی رہائشی اور خواتین کے حقوق کے لیے کام کرنی والی کارکن شاد بیگم نے بی بی سی کو بتایا کہ دو سال پہلے تقریباً دس خواتین نے اسی طرح کا ایک احتجاج بجلی کی لوڈشیڈنگ کے خلاف کیا تھا۔انھوں نے بتایا کہ حالیہ احتجاج اور پہلے والے احتجاج میں فرق یہ تھا کہ اس دفعہ خواتین کی تعداد زیادہ تھی۔'مجھے لگ رہا ہے کہ اب خواتین کو اس بات کا احساس ہوا ہے کہ وہ خود ان مسائل کے لیے آواز بلند کریں جن کے لیے ماضی میں صرف مرد آواز اٹھاتے تھے۔'شاد بیگم نے بتایا کہ اس کی مثال یہی ہے کہ لوڈشیڈنگ سے مردوں کے مقابلے میں خواتین زیادہ متاثر ہوتی ہے کیونکہ وہ گھر میں زیادہ تر وقت گزارتی ہیں جہاں بجلی ضروری ہوتی ہے۔جب ان سے پوچھا گیا کہ ایسا تو نہیں ہے کہ مردوں نے ان خواتین کو باہر نکلنے پر مجبور کیا ہوں، تو اس کے جواب میں شاد بیگم نے بتایا کہ جہاں تک انھوں نے احتجاج میں حصہ لینے والوں سے بات کی ہے تو ایسا بالکل نہیں ہے۔'میں نے خود چند خواتین سے جو احتجاج میں حصہ لے رہے تھیں سے بات کی ہے اور انھوں نے مجھے بتایا کہ وہ خود لوڈشیڈنگ سے تنگ آکر باہر نکل آئی ہیں۔'اسی احتجاج میں حصہ لینے والے ایک خاتون نے شناخت ظاہر نہ کرنے کی شرط پر بی بی سی کو بتایا کہ انھوں نے خود گاؤں کی دوسرے خواتین سے بات کرکے یہ پلان کیا تھا کہ مردوں کے ساتھ وہ بھی باہر نکل کر احتجاج کریں گی۔'اس میں کوئی شک نہیں کہ گھر کے مردوں کو اعتماد میں لینا ضروری ہوتا ہے۔ہم جتنی خواتین بھی نکلی تھیں ان کے ساتھ گھر کے مرد بھی احتجاج میں کھڑے تھے۔'ان سے جب پوچھا گیا کہ کیا آپ کو لگتا ہے کہ واقعی خواتین نے اب اس بات کو محسوس کیا ہے کہ وہ خود اپنے حق کے لیے آواز اٹھائیں، تو اس کے جواب میں انھوں نے بتایا کہ 'ظاہری بات ہے کہ جب گھر میں بجلی نہ ہو اور گھر کے سارے کام ٹھپ پڑے ہوں تو ہم ضرور باہر نکل کر احتجاج کریں گے۔لیکن اس میں کوئی برائی نہیں ہے کیونکہ اسی سے خواتین کو اپنی اہمیت کا احساس ہوجاتا ہے کہ مسائل اکیلے مرد نہیں بلکہ خواتین کے ساتھ مل کر حل ہوسکتے ہیں۔' (بشکریہ بی بی سی اردو)

عورتیں

خاتون سمیت 2 افراد کی لاشیں برآمد

صوابی 6 اگست 2018ءکوادینہ ضلع صوابی میں کالو خان پولیس نے اپر دیر سے تعلق رکھنے والی خاتون سمیت 2 افراد کی لاشیں مقامی کھیت سے برآمد کرلیں۔ لاشیں تحصیل ہسپتال کالوخان کو منتقل کردی گئیں، جہاں بعدازاں دونوں کی شناخت مسماۃ (س) اور مسمی ذاکرازادہ ساکنان اپر دیر کے ناموں سے ہوئی۔

(روزنامہ آج)

غیرت کے نام پر بیٹی قتل

سوات 5 اگست 2018ءکوسوات کے علاقے خوازہ خیلہ میں باپ نے غیرت کے نام پر فائرنگ کرکے بیٹی اور اس کے مبینہ آشنا کو قتل کردیا، پولیس ذرائع کے مطابق گزشتہ روز خوازہ کے علاقہ میں ملزم فضل عظیم نامی شخص نے اپنی شادی شدہ بیٹی 27 سالہ مسماۃ (ر) اور 23 سالہ عبد الرحمان کوایک ساتھ قابل اعتراض حالت میں دیکھنے پر طیش میں آکر فائرنگ کردی جس سے دونوں موقع پر دم توڑ گئے۔ واردات کی اطلاع ملتے پر خوازہ خیلہ پولیس نے موقع پر پہنچ کر لاشیں پوسٹ مارٹم کیلئے ہسپتال منتقل کرنے کے بعد ملزم فضل عظیم کو بھی آلہ قتل سمیت گرفتار کرلیا، پولیس نے اصل حقائق جاننے کیلئے رپورٹ درج کرکے مزید کارروائی شروع کردی ہے۔

(روزنامہ آج)

لیڈی ہیلتھ ورکر کا قتل

مردان 30 جولائی کوطورو کے علاقہ سوکئی کے ہسپتال میں فائرنگ سے لیڈی ہیلتھ ورکر جاں بحق ہوگئی۔ تفصیلات کے مطابق سعید آباد کس کورونہ کی رہائشی لیڈی ہیلتھ ورکر زمسماۃ (ر) طورو کے علاقہ سوکئی کے بی ایچ یو میں کام کررہی تھی جہاں اسے فائرنگ کرکے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا جبکہ ملزم فرار ہوگیا، مقتولہ کے بھائی یوسف نے ملزم چراغ کے خلاف اپنی ہمشیرہ کی قتل کا مقدمہ درج کراتے ہوئے پولیس کو بتایا کہ ملزم اس کا رشتہ دار ہے اور قتل کی واردات رقم کے لین دین کے تنازعے کا شاخسانہ ہے۔ ادھر طورو پولیس نے واردات کے بعد پشاور میں ملزم کی گرفتاری کیلئے چھاپہ مارا لیکن اس کے گھر کو تالہ لگا ہوا تھا۔

(روزنامہ آج)

ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ایک گاؤں میں کسی خاتون نے ووٹ نہیں ڈالا

ٹوبہ ٹیک سنگھ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے گاؤں دیوی داس پور میں کسی خاتون نے ووٹ نہیں ڈالا۔ عام انتخابات کے موقع پر ووٹرز ووٹ ڈالنے کے لیے پرجوش دکھائی دیئے۔ جہاں دیر بالا میں خواتین پہلی بار ووٹ ڈالنے نکلیں وہیں ٹوبہ ٹیک سنگھ کے گاؤں دیوی داس پور میں خواتین ووٹر کی تعداد 860 تھی تاہم حلقے میں کسی خاتون نے بھی ووٹ نہیں ڈالا۔ واضح رہے کہ یہ گاؤں قومی اسمبلی کے حلقہ این اے 112 میں واقع ہے۔ یہاں ن لیگ کے جنید انوار اور تحریک انصاف کے چوہدری اشفاق کے درمیان مقابلہ تھا۔ اس گاؤں کی خواتین نے قیام پاکستان کے بعد سے اب تک کبھی ووٹ نہیں ڈالا۔

(اعجاز اقبال)

ڈاکٹروں کی غفلت سے خاتون جاں بحق

کرم ایجنسی 26 جولائی 2018ءکو پاراچنار ہسپتال میں سہولیات کی کمی اور ڈیوٹی پر موجود عملے کی غفلت کی وجہ سے خاتون آپریشن کے بعد دم توڑ گئی، ہسپتال انتظامیہ کا کہنا ہے کہ غفلت کے مرتکب عملے کے خلاف تحقیقات کرکے سخت کارروائی کی جائے گی۔ علامہ احمد علی روحانی نے میڈیا کو بتایا کہ 21 سالہ جمیلہ بی بی جس کی ایک سال پہلے شادی ہوئی تھی بچے کی پیدائش کیلئے پارا چنار ہسپتال لائی گئی جس کا آپریشن کیا گیا، رات کو آکسیجن کی ضرورت پڑی تو کمرہ بند ہونے کی وجہ سے مجبوراً کمرے کا تالہ توڑا گیا اور رات کو حسب معمول ہسپتال میں فی میل ڈاکٹر موجود نہیں تھی اور مریضہ نے ساری رات اسی حالت میں گزاری جبکہ صبح نو بجے کے قریب اس نے دم توڑ دیا۔ علامہ احمد علی روحانی کا کہنا تھا کہ مسماۃ جمیلہ کا شوہر واجد حسین ایک غریب شخص ہے، متعلقہ حکام واقعے کا فوری نوٹس لیتے ہوئے متاثرہ خاندان کی دادرسی کریں۔ ہسپتال انتظامیہ سے اس حوالے سے جب میڈیا نے رابطہ کیا تو انہوں نے واقعے پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس واقعے کے حوالے سے انہوں نے تحقیقات شروع کردی ہے اور عملے کے جو لوگ غفلت کے مرتکب پائے گئے ان کے خلاف کارروائی عمل میں لائی جائیگی۔

(روزنامہ ایکسپریس)

معروف لوک فنکارہ ریشم خان شوہر کے ہاتھوں قتل

یکم اگست 2018ءکو نوشہرہ کے علاقہ وتڑ میں معمولی تکرار پر شوہر نے پشتو کی مقامی لوک فنکارہ ریشم خان کو فائرنگ کرکے موت کے گھاٹ اتار دیا، پولیس کے مطابق مقتولہ ریشم خان کی شادی چند ماہ قبل فائدہ خان کے ساتھ ہوئی تھی۔ پولیس کے مطابق ملزم فائدہ خان نے چند ماہ قبل پشتو کی مقامی لوک فنکارہ ریشم خان سے پسند کی شادی کی مگر شادی کے بعد فائدہ خان کے مزاج میں شک کی وجہ سے سختی آگئی۔ گزشتہ روز وہ گھر میں داخل ہوا تو ریشم خان کسی کے ساتھ موبائل پر بات کررہی تھی اور مسلسل مسکرا رہی تھی جس پر وہ مشتعل ہوگیا، بغیر پوچھے جھگڑا اور تکرار شروع کردی اور پستول نکال کراندھا دھند فائرنگ کرکے اسے ابدی نیند سلا دیا۔ ارتکاب جرم کے بعد ملزم فرار ہوگیا۔ گھر والوں اور گاؤں کے افراد نے مقتولہ کی نعش کو پوسٹ مارٹم کیلئے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال نوشہرہ منتقل کیا جہاں پوسٹ مارٹم کے بعد مقتولہ کے بھائی عبیداللہ ولد عبدالرزاق کی مدعیت میں قاتل شوہر اوران کے بہنوئی ڈاکٹر ہمایوں کے خلاف مقدمہ درج کرلیا گیا۔

(روزنامہ آج)

معمر خاتون کو تھانے میں بند کردیا

ٹانک 14 اگست 2018ءکوٹانک میں پولیس نے چادر اور چاردیواری کا تقدس پامال کرتے ہوئے معمر بیوہ خاتون کے گھر بغیر سرچ وارنٹ رات تین بجے چھاپ مارا۔ تھانے میں کئی گھنٹوں تک بغیر کسی مقدمہ کے بیمار خاتون کو شدید گرمی میں حبس بے جا میں رکھا، اہل خانہ نے واقعے پر شدید احتجاج کیا۔ ٹانک کی سیاسی وسماجی تنظیموں پر مشتمل تنظیم ٹانک ویلفیئر سوسائٹی کے صدر صنم گل نے آر پی او ڈیرہ اسماعیل خان ریجن سے پولیس کے اس غیر قانونی اقدام اور پختون روایات کی پامالی کا نوٹس لینے کا مطالبہ کیا ہے اور ایکشن نہ لئے جانے کی صورت میں بھرپور احتجاج کی دھمکی دی ہے۔

(روزنامہ ایکسپریس)

خواتین پر تشدد کی روک تھام کے اداروں کو فعال کیا جائے

حیدرآباد خواتین کے حقوق کے لیے جدوجہد کرنے والے آوازنسواں (آن) نیٹ ورک نے خواتین پر تشدد کی روک تھام کے اداروں اور بند سکولوں کو فعال بنانے کا مطالبہ کرتے ہوئے تمام سیاسی جماعتوں سے اپیل کی ہے کہ جنرل نشستوں پر الیکشن میں حصہ لینے والی خواتین کو پارٹی فنڈز اور وسائل دیئے جائیں۔ حیدرآباد پریس کلب میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے زیب تالپور اور دیگر نے کہا کہ خواتین متعدد مسائل کا شکار ہیں۔ دیہی علاقوں میں صاف پانی کی قلت ہے، جس کی وجہ سے خواتین دور دراز علاقوں سے پانی لے کر آتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سندھ کے دور دراز علاقوں میں لڑکیوں کے لیے تعلیم اور صحت کی سہولتیں میسر نہیں، بنیادی صحت مراکز میں گائنالوجسٹ بھی نہیں ہیں جس کی وجہ سے حاملہ خواتین کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ مذکورہ مسائل فی الفور حل کر کے دیہات میں بچیوں کے لیے سیکنڈری اور ہائر سیکنڈری سکول کھولے جائیں اور بند سکول فعال کرنے کے لیے عملی اقدامات اٹھائے جائیں۔

(لالہ عبدالحلیم)

رشتہ کے تنازعہ پر خاتون قتل

صوابی 10 اگست 2018ء کو موضع سرچینہ میں رشتہ کے تنازعہ پر دیرسے تعلق رکھنے والی خاتون کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا گیا، گل زادہ سکنہ بنی کوٹ دیر حال سرچینہ صوابی نے تھانہ کالوخان میں ایف آئی آر درج کراتے ہوئے بتایا کہ فارق اور شیراز علی سکنہ ساکنان شرینگل دیر نے ان کے گھر میں داخل ہو کر اندھادھند فائرنگ شروع کر دی جس کے نتیجے میں ان کی صاحبزادی مسماۃ (ن) موقع پر جاں بحق ہوگئی، وجہ قتل رشتے کا تنازعہ بتائی جاتی ہے۔

(روزنامہ آج)

گھریلو ناچاقی پر شوہر نے بیوی کو قتل کر دیا

مـــردان 12 اگست 2018ء کو کاٹلنگ میں شوہر نے بھائیوں کے ساتھ مل کر بیوی کو قتل کر دیا، زرنوش ولد شیر محمد ساکن جمال گڑھی نے اپنی بیوی کے ساتھ گھریلو ناچاقی کی وجہ سے گزشتہ رات بھائیوں کے ساتھ ملکر اپنی بیوی کو گھر کے اندر قتل کر ڈالا، مقتولہ کے والد محمود شاہ ساکن مدہ باندہ نے اپنی بیٹی کے شوہر زرنوش، بھائی باور، یار محمد، پسران شیر محمد ساکن جمال گڑھی کے خلاف پولیس تھانہ جبر میں مقدمہ درج کرادیا۔

(روزنامہ آج)

شوہر نے بیوی کو قتل کر دیا

پشاور 12 اگست 2018ء کو پشاور کے علاقہ متھرا جاگ کلے میں شوہر نے سالے کی مدد سے میکے بیٹھی ناراض بیوی کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا، پولیس نے بروقت کارروائی کرتے ہوئے مقتولہ کے بھائی کو گرفتار کر لیا جبکہ اس کا شوہر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ پولیس کے مطابق دو سال قبل 21 سالہ مسماۃ بیگم دختر اختر شاہ ساکن جاگ کلے کی شادی اپنے ہمسایہ وحید شاہ ولد اقبال شاہ کے ساتھ ہوئی تھی تاہم 20 روز قبل گھریلو ناچاقی کی بناء پر وہ ناراض ہو کر میکے آگئی تھی۔ پولیس کے مطابق بیوی کی ناراضگی کا شوہر کو انتہائی رنج تھا جس پر اس نے گزشتہ روز اپنے سالے سیف علی ولد اختر شاہ کی مدد سے اپنی بیوی کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا اور فرار ہو گیا۔ پولیس کے مطابق پوسٹ مارٹم کے بعد نعش ورثاء کے حوالے کر دی گئی اور مقدمہ درج کر کے مقتولہ کے بھائی سیف علی کو گرفتار کر لیا گیا۔

(روزنامہ آج)

شوہر کے ہاتھوں بیوی قتل

پشاور 14 اگست 2018ء کو پشاور کے علاقہ احمد خیل میں گھریلو ناچاقی کی بناء پر شوہر نے اپنی جوانسال بیوی کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا اور فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا، پولیس نے مقتولہ کے شوہر اور دیور کے خلاف مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی ہے، تسلیم خان ولد سلیم خان ساکن احمد خیل نے رپورٹ درج کراتے ہوئے انقلاب پولیس کو بتایا کہ 3 سال قبل اس کی بیٹی مسماۃ سفیدہ کی شادی احمد خیل کے رہائشی وسیع اللہ ولد سلطان زیب سے ہوئی تھی۔ گزشتہ روز گھریلو ناچاقی کی بناء پر وسیع اللہ نے اپنے بھائی اورنگزیب کی مدد سے اپنی اہلیہ کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا اور واردات کے بعد دونوں فرار ہو گئے۔ پولیس نے مقدمہ درج کر کے ملزمان کی تلاش شروع کر دی۔

(روزنامہ آج)

باپ نے بیٹی اور نوجوان کو قتل کر دیا

نوشہرہ 8 اگست 2018ء کو نوشہرہ کے علاقے پیر سباق میں باپ نے اپنی بیٹی اور اس کے آشناء کو غیرت کے نام پر قتل کر دیا اور فرار ہو گیا۔ محمد اقبال ولد مثل خان سکنہ کھنڈر نے پولیس کو رپورٹ درج کراتے ہوئے کہا کہ وہ گھر میں موجود تھا کہ اسے ابرار ولد نور حسین اور نور حسین ولد شمس القمر نے فون کیا کہ انہوں نے میرے بھائی اکمل کو اپنے گھر کے کمرے باندھا ہوا ہے، چنانچہ وہ پولیس چوکی پیر سباق سے پولیس کو ساتھ لے کر ان کے گھر پہنچا اور دیکھا کہ گھر کے کمرے میں اس کے بھائی اکمل اور مسماۃ فہمیدہ دختر نور حسین کی لاشیں پڑی تھیں، اس کا کہنا ہے کہ ابرار اور ان کے والد نور حسین نے انہیں غیرت کے نام پر قتل کیا ہے۔

(روزنامہ مشرق)

غیرت کے نام پر بیٹی اور داماد قتل

پشـــاور 21 جولائی کو پشاور کے نواحی علاقہ اصحاب بابا میں غیرت کے نام پر سسر نے اپنے ہونے والے داماد اور بیٹی کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا، مقتولین کی 6 ماہ پہلے منگنی ہوئی تھی اور ایک ہفتہ قبل دونوں سیر و تفریح کیلئے گئے تھے جس کا لڑکی کے والد کو رانج تھا، جس نے واپسی پر پہلے اپنی بیٹی اور پھر اپنے ہونے والے داماد کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ شاہد ولد عبدالودود ساکن اصحاب بابا خٹک کلے نے رپورٹ درج کراتے ہوئے تھانہ متھرا پولیس کو بتایا کہ چھ ماہ قبل میرے بھتیجے 18 سالہ داؤد ولد پرویز کی منگنی باچا گل ولد گل خان کی بیٹی 16 سالہ آمنہ سے ہوئی تھی اور دونوں ایک ہفتہ قبل سیر و تفریح کیلئے گئے جس پر باچا گل نے طیش میں آکر پہلے اپنی بیٹی اور بعدازاں میرے بھتیجے داؤد کو قتل کر دیا۔ ملزم واردات کے بعد فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا، پولیس نے مقدمہ درج کر کے ملزم کی تلاش شروع کر دی ہے۔

(روزنامہ ایکسپریس)

بچے

6 سالہ بچے سے زیادتی، ملزم گرفتار

نوشہرہ 10 اگست 2018ء کو اکوڑہ خٹک کے علاقہ مصری بانڈہ میں 6 سالہ بچے کے ساتھ زیادتی کرنے والے ملزم گرفتار کر لیا گیا، 6 سالہ بچے کو پڑوسی گلی سے اٹھا کر قریبی کھنڈر میں لے گیا، جہاں اس نے بچے کے ساتھ بدفعلی کر ڈالی۔ بچے کو زخمی حالت میں ڈسٹرکٹ ہسپتال نوشہرہ لیجایا گیا جہاں ڈاکٹروں نے بچے کے ساتھ بدفعلی کی تصدیق کر دی۔ مصری بانڈہ پولیس نے مقدمہ درج کر کے 8 گھنٹے کے اندر ملزم کو گرفتار کر کے حوالات میں بند کر دیا۔

(روزنامہ آج)

لاپتہ کمسن بچی کی تشدد زدہ لاش برآمد

تخت بھائی 2018ء کو تخت بھائی کے علاقہ ڈھنڈا پتوں کلے سے تعلق رکھنے والی پانچ سالہ کم سن بچی حسینہ دختر مفتی حبیب الرحمان جو منگل کی دوپہر گھر کے سامنے سے پر اسرار طور پر لاپتہ ہوئی تھی کی تشدد شدہ لاش گنے کے کھیتوں سے ملی جس کے ہاتھ پاؤں باندھے ہوئے تھے اور جسم پر تشدد اور گلے پر انگلیوں کے نشانات تھے۔ والدین کے مطابق کمسن بچی منگل کے روز دوپہر کے وقت اچانک لاپتہ ہوگئی تھی جس کے بعد ان کے رشتہ داروں اور علاقے کے مکینوں نے رات بھر اسے تلاش کیا تاہم بدھ کے روز قریبی کھیتوں سے اس کی لاش ملی۔ علاقے کے لوگوں اور پولیس نے لاش کو پوسٹ مارٹم کیلئے مردان میڈیکل کمپلیکس منتقل کر دیا۔

(روزنامہ آج)

نوجوان نے بچی کو زیادتی کے بعد قتل کر دیا

صوابی 2 اگست 2018ء کو علاقہ تھانہ یار حسین کے گاؤں ارمل ڈھیری میں نوجوان نے اپنی رشتہ دار 9 سالہ بچی کو جنسی زیادتی کے بعد پھانسی دے کر قتل کر دیا، یار حسین پولیس نے بروقت کارروائی کرتے ہوئے ملزم کو گرفتار کرلیا، جس نے اعتراف جرم کرلیا۔ مسماۃ (ر) زوجہ خطاب گل نے تھانہ یار حسین میں ایف آئی آر درج کراتے ہوئے بتایا کہ ان کی نو سالہ بھتیجی عمیرہ دختر شاہد علی جو کہ اپنی والدہ کے ہمراہ حال ہی میں کراچی سے یہاں ان کے گھر آئی تھی، بدھ کی سہ پہر ایک بجے کھیلنے کیلئے گھر سے نکلی، کافی دیر تک واپس نہ آنے پر جب اس کی تلاش شروع کی گئی تو گنے کی فصل سے اس کی پھانسی شدہ لاش برآمد ہوئی، جسے پھندا دے کر قتل کیا گیا تھا۔ رپوٹ میں دعویداری مقتولہ کے رشتہ دار وقاص ولد گل افضل پر کی گئی۔ مقتولہ کی لاش کو پوسٹ مارٹم کیلئے سول ہسپتال یار حسین منتقل کر دیا گیا۔ ڈی پی او صوابی سید خالد ہمدانی نے واقعہ کا نوٹس لیتے ہوئے ایس پی انوسٹی گیشن، ڈی ایس پی لاہور اور ایس ایچ او یار حسین جواد خان کو ملزم کا سراغ لگانے اور اسے جلد از جلد گرفتار کرنے کی ذمہ داری سونپی۔

(روزنامہ آج)

نوجوان نے بچے کو زیادتی کا نشانہ بنا ڈالا

پشاور 14 اگست 2018ء کو پشاور میں ایک اور بچہ زیادتی کا شکار ہوگیا، مضافاتی علاقہ سربند میں درندہ صفت نوجوان نے 7 سالہ بچے کو زیادتی کا نشانہ بنا ڈالا۔ عبدالکریم ولد واحد گل ساکن افغانستان حال باڑہ قدیم نے رپورٹ درج کراتے ہوئے سربند پولیس کو بتایا کہ گزشتہ روز اس کا 7 سالہ بھتیجا ابوزر ابلے انڈے فروخت کرنے کیلئے مال مویشی منڈی گیا تھا جہاں سے وہ روتے ہوئے واپس گھر آیا، رونے کی وجہ پوچھنے پر ابوذر نے بتایا کہ مال مویشی منڈی میں ایک نوجوان اسے بہانے سے فارسٹ روم لے گیا اور وہاں اسے جنسی زیادتی کا نشانہ بنا ڈالا۔ پولیس کے مطابق مقدمے کے اندراج کے بعد متاثرہ بچے کو میڈیکل چیک اپ کیلئے ہسپتال منتقل کیا گیا جہاں اس کے ساتھ جنسی زیادتی کی تصدیق ہوگئی۔ پولیس نے کارروائی کرتے ہوئے ملزم اسماعیل ولد پوردل خان کو گرفتار کرلیا جس نے ابتدائی تفتیش کے دوران اعتراف جرم کرلیا۔

(روزنامہ مشرق)

بچے کے ساتھ زیادتی کے مرتکب شخص کو گرفتار کرلیا گیا

چارسدہ 8 اگست 2018ء کو 5 سالہ معصوم بچے کے ساتھ بدفعلی کے مرتکب شخص کو شبقدر پولیس نے فوری کارروائی کرتے ہوئے گرفتار کرلیا، واقعات کے مطابق شبقدر کے علاقے صدر گڑھی کے 5 سالہ خیال محمد ولد سروس خان کے ساتھ اسی کے گاؤں کے 31 سالہ اعجاز خان ولد نشان خان نے بدفعلی کی، جس سے وہ شدید زخمی ہوگیا۔ ایس ایچ او تھانہ شبقدر حاجی ولایت خان نے فوری کارروائی کرتے ہوئے ملزم اعجاز خان کو گرفتار کرلیا۔

(روزنامہ آج)

بچے سے زیادتی، ملزم گرفتار

پشاور 7 اگست 2018ء کو پشاور کے نواحی علاقہ چمکنی میں 55 سالہ شخص نے 8 سالہ بچے کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا، اطلاع پر مقامی لوگوں نے ملزم کو پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیا۔ واقعات کے مطابق 8 سالہ حبیب کو انقلاب روڈ پر درندہ صفت 55 سالہ زین العابدین ولد سراج ساکن عثمان آباد نے بہانے سے بلا کر جنسی تشدد کا نشانہ بنایا، اطلاع پر والد اور مقامی لوگوں نے زین العابدین کو پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیا، پولیس نے مقدمہ درج کر کے مزید تفتیش شروع کر دی ہے۔

(روزنامہ ایکسپریس)

مسجد کے قریب دھماکہ، 3 بچے زخمی

خیبر ایجنسی 6 اگست 2018ء کو ضلع خیبر ایجنسی لنڈی کوتل کے علاقہ سلطان خیل مسجد کے قریب بم دھماکے کے نتیجے میں غیر مقامی آئس کریم فروش سمیت دو بچے زخمی ہوگئے، سرکاری ذرائع کے مطابق زخمیوں کو فوری طبی امداد کیلئے ایجنسی ہیڈ کوارٹر ہسپتال پہنچا دیا گیا، لنڈی کوتل کے علاقہ سلطان خیل سکندر خیل میں مسجد کے قریب پر ناکھلونا نما بم کے دھماکے سے دو بچے فرقان ولد رحمان، رازق ولد نعمت گل اور ایک غیر مقامی آئس کریم فروش محمد وسیم سکنہ سرگودھا زخمی ہوگئے۔ سکیورٹی فورسز نے تفتیش کی غرض سے آئس کریم فروش سمیت دو زخمیوں کو حراست میں لے لیا۔

(روزنامہ آج)

صحت

ہسپتال میں ڈاکٹرز کی غفلت سے خاتون جاں بحق

سوات 31 جولائی 2018ء کو سنٹرل ہسپتال سوات میں ڈاکٹرز کی مبینہ غفلت سے خاتون جاں بحق ہوگئی۔ سوات کے سب سے بڑے سیدو شریف ہسپتال میں ڈاکٹرز کی عدم موجودگی اور مبینہ غفلت سے خاتون مسماۃ روشنا زوجہ لاجبر سکنہ بونیر جاں بحق ہوگئی، لواحقین نے لاش سیدو شریف مینگورہ سڑک پر رکھ کر ڈاکٹرز کے خلاف احتجاج کیا اور سڑک کو ہر قسم کی ٹریفک کیلئے بند کر دیا۔ اس دوران مظاہرین نے سرکاری گاڑی روکنے کی کوشش کی تو ڈرائیور نے گاڑی مظاہرین پر چڑھا دی۔ مظاہرین نے سرکاری گاڑی روڈ پر الٹا کر کے دھرنا دیا۔ سرکاری گاڑی کی ٹکر سے ایک شخص معمولی زخمی ہوا۔ ذرائع کے مطابق سرکاری گاڑی ٹی ایم اے مینگورہ کی ہے۔

(روزنامہ آج)

پولیو ڈیوٹی سے منع کرنے والے 2 نوجوان گرفتار

نوشہرہ 9 اگست 2018ء کو لیڈی ہیلتھ ورکرز کو پولیو ڈیوٹی سے زبردستی منع کرنے والے دو نوجوانوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ رسالپور کے علاقہ میں پولیو ڈیوٹی انجام دینے والی دو لیڈی ہیلتھ ورکروں نے شکایت کی تھی کہ موٹر سائیکل سوار تین ملزمان پولیو ڈیوٹی کے دوران راستے میں بار بار کھڑے ہو کر انہیں ڈیوٹی سے باز رہنے کی دھمکیاں دے رہے ہیں جس پر ڈی پی او نوشہرہ ڈاکٹر زاہد اللہ نے سختی سے نوٹس لیتے ہوئے رسالپور پولیس کو ملزموں کی فوری گرفتاری کا حکم دیا۔ پولیس نے عنایت علی شاہ، سید ولی شاہ، اور اکبر خان کے خلاف مقدمہ درج کر کے دو ملزموں کو چھاپہ مار کر گرفتار کر لیا جبکہ ایک ملزم کی گرفتاری کیلئے چھاپہ مار پارٹی تشکیل دیدی گئی ہے۔

(روزنامہ ایکسپریس)

یرغمال پولیو ٹیم آزاد، ملزم گرفتار

نوشہرہ 9 اگست 2018ء کو نوشہرہ کے علاقہ حمزہ رشکئی میں خواتین پولیو ٹیم کو یرغمال بنالیا گیا، رسالپور پولیس نے ملزم کو گرفتار کر کے خواتین پولیو ٹیم کی ارکان کو بحفاظت آزاد کرا لیا۔ انچارج آر ایچ سی خویشگی پایان ڈاکٹر سلمان گوہر نے رسالپور پولیس کو رپوٹ درج کراتے ہوئے کہا کہ حمزہ رشکئی میں مسماۃ نگین، مسماۃ سیما اور مسماۃ بشریٰ پر مشتمل خواتین پولیو ویکسینیشن ٹیم کو یوسف خان ولد محمد اسلام ساکن حمزہ رشکئی نے اپنے گھر کے کمرے میں اسلحہ کی نوک پر اس وقت یرغمال بنالیا، جب وہ ملزم کے گھر میں بچوں کو پولیو کے قطرے پلانے گئیں۔ ملزم نے پولیو ٹیم سے موبائل فونز بھی چھین لئے۔ رسالپور پولیس نے چھاپ مار کر ملزم یوسف خان کو گرفتار کر کے اس کے گھر سے پولیو ٹیم کو آزاد کر دیا۔ پولیس نے ملزم یوسف سے ایک عدد رائفل اور لائسنس برآمد کر لیا۔ پولیس نے یوسف خان، سلام، یوسف، عارف، نبیلہ، مسماۃ نائلہ، سیما زوجہ یوسف اور زوجہ محمد اسلام کے خلاف مقدمہ درج کر لیا۔

(روزنامہ مشرق)

امیر شاہ ہسپتال میں مریضوں کو درپیش مسائل

پشاور صوبائی حکومت کی عدم توجہی کے باعث پشاور میں زچہ بچہ کیلئے قائم مولوی امیر شاہ میموریل ہسپتال میں مریضوں کو مختلف نوعیت کے ٹسٹ، مختلف ادویات کی عدم دستیابی اور اے سی سروسز نہ ہونے کی وجہ سے سخت مشکلات کا سامنا ہے۔ تاہم ہسپتال ایم ایس ڈاکٹر عابد حسین کے مطابق حکومت نے فنڈز ریلیز کر دیئے ہیں۔ ذرائع کے مطابق ہسپتال میں مریضوں کیلئے مختلف ادویات کی کمی پیدا ہوگئی ہے جبکہ کٹس نہ ہونے کی وجہ سے مختلف لیبارٹری ٹیسٹ بھی نہیں کیے جا رہے اور مریضوں کو دیگر ہسپتالوں کا رخ کرنا پڑتا ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ ہسپتال میں بعض سینئر ڈاکٹر چھٹی پر چلے گئے جس کے باعث مریضوں کو مناسب سروسز فراہم نہیں کی جا رہی، جبکہ وارڈز میں اے سی فعال نہ ہونے کی وجہ سے مریض خواتین اور بچے تڑپ اٹھے ہیں۔ ہسپتال ذرائع نے ان مسائل کی تصدیق کی ہے تاہم اس حوالے سے رابطہ کرنے پر ہسپتال کیلئے ایم ایس ڈاکٹر عابد حسین نے بتایا کہ ہسپتال کیلئے نئے مالی سال کے تحت 25 فیصد فنڈز ریلیز کر دیئے گئے ہیں اور 28 جولائی تک ٹینڈر کھول دیا جائے گا جس کے بعد چار اگست تک ادویات سمیت دیگر ضروری طبی سامان کی موجودگی یقینی بنا دی جائے گی، اور ٹسٹ کیلئے مریضوں کو ریفر نہیں کیا جائے گا۔ ڈاکٹر عابد نے بتایا کہ انہوں نے چند روز قبل ہی چارج سنبھالا ہے اور یہ کہ مریضوں کو تمام طبی سہولیات کی فراہمی یقینی بنائی جائے گی۔

(روزنامہ ایکسپریس)

ڈاکٹروں کی غفلت سے مریض جاں بحق

ڈیرہ اسماعیل خان 4 اگست 2018ء کو ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ٹیچنگ ہسپتال ڈیرہ میں ڈاکٹروں کی غفلت سے مریض جاں بحق ہوگیا۔ تفصیلات کے مطابق مریالی کے رہائشی ثناء اللہ نامی شخص کو معدہ کی تکلیف کے باعث ہسپتال لایا گیا، جہاں اس کو داخل کر دیا گیا۔ لواحقین کے مطابق ثناء اللہ کو خون کی الٹیاں آتی رہیں مگر ہسپتال میں کوئی ڈاکٹر موجود نہیں تھا جس کی وجہ سے ثناء اللہ جانبر نہ ہوسکا، جس پر ثناء اللہ کے لواحقین نے نعش کو ہسپتال کے سامنے رکھ کر روڈ بند کر دیا اور احتجاج کیا۔ بعد میں انتظامیہ کی یقین دہانی پر احتجاج ختم کر دیا گیا۔

(روزنامہ آج)

پانی کی قلت کے خلاف احتجاجی ریلی

حیدرآباد مختلف تنظیموں پر مشتمل سندھ پروگریسو کمیٹی کی جانب سے سندھ میں پانی کی قلت کے خلاف ریڈیو پاکستان چوک سے پریس کلب تک احتجاجی ریلی نکالی گئی جس میں عوامی پارٹی کے صدر کامریڈ بخشل تھلو، کمیونسٹ پارٹی کے کامریڈ اقبال، جئے سندھ محاذ کے رہنما خالق چانڈیو، عوامی جمہوری پارٹی کے عادل چانڈیو، دانشور جامی چانڈیو و دیگر نے شرکت کی۔ اس موقع پر مقررین نے کہا کہ سندھ میں پانی کی کمی اور دریا کی تباہی زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ پانی کی کمی سے کپاس، دھان، گنے اور دیگر فصلوں کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ برسات کے بعد تاخیر سے کچھ علاقوں میں پانی چھوڑا گیا ہے مگر قمبر شہداد کوٹ، عمرکوٹ اور بدین سمیت سندھ بھر میں پانی کی قلت سے زیر کاشت فصلیں سوکھ رہی ہیں اور کاشتکار نئی فصلیں بھی کاشت نہیں کر سکے۔ انہوں نے کہا کہ ایک جانب پانی کی قلت اور بدانتظامی ہے تو دوسری جانب حکومت ڈیموں کی تعمیر کے لیے دباؤ بڑھا رہی ہے۔ وہ نگران وفاقی وزیر علی ظفر کی حالیہ پریس کانفرنس اور سمندر میں پانی کے اخراج کو ضائع قرار دینے کی مہم کو مسترد کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ دریا کے اپنے حقوق ہوتے ہیں جس کی نفی کی جا رہی ہے جبکہ عالمی قانون کے مطابق پانی پر پہلا حق آخری سرے والوں کا ہوتا ہے۔

(لالہ عبدالحلیم)

قانون نافذ کرنے والے ادارے

تشدد سے افغان شہری ہلاک

پشاور 11 اگست 2018ء کو مردان پولیس کے دوران حراست مبینہ تشدد سے افغان شہری ہلاک ہوگیا، جھوٹے مقدمہ میں پھنسا کر ماروائے عدالت قتل کر کے نعش نہر میں پھینک دی گئی جبکہ بہن دہشتگردی کے جھوٹے مقدمہ کی پاداش میں اپنے تین کم سن بچوں سمیت جیل کاٹ رہی ہے، مقتول کے سالے مزمل شاہ نے پریس کانفرنس کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کی بہن مسماۃ (م) کی شادی سات سال قبل افغان باشندے بسم اللہ جان ولد محمد ضمیر کے ساتھ ہوئی تھی جس کے تین بچے بھی ہیں ۔لیکن تخت بھائی کے رہائشی مخالف نے اس کے بہنوئی پر اپنی جوان سالہ بیٹی کے اغواء کا جھوٹا مقدمہ درج کرادیا جس پر کاروائی کرتے ہوئے اسے، اس کی بہن اور بہنوئی بسم اللہ جان کو گرفتار کرلیا گیا اوران پر بہیمانہ تشدد کیا گیا۔ بعدازاں تفتیش کے بعد اسے چھوڑ دیا اور اس کی بہن اور بہنوئی پر بے بہیمانہ تشدد کیا گیا جس سے اس کے بہنوئی کی موت واقع ہوگئی اور لاش کو جہاز ونو گراؤنڈ میں پھینک دیا گیا۔

(روزنامہ ایکسپریس)

پولیس کا شہری پر تشدد

حیدرآباد بی سیکشن تھانے کی حدود میں بکرے لے جانے والے شہری پر پولیس اہلکاروں نے تشدد کیا، سوشل میڈیا پر ویڈیو نشر ہونے پر ایس ایس پی حیدرآباد نے واقعہ کا نوٹس لے کر انکوائری کا حکم دیا۔ تفصیلات کے مطابق لطیف آباد نمبر 10 کا رہائشی فرحان ملک 10 اگست کو اپنے ذاتی بکرے لے کر دیائے سندھ پر واقع اپنے باڑے میں لے کر جارہا تھا کہ لطیف آباد نمبر 10 میں چیکنگ کے نام پر فرحان ملک کو روک کر بی سیکشن تھانے کے اے ایس آئی اور دیگر اہلکاروں نے رشوت طلب کی۔ رشوت نہ دینے پر بکرے فروخت کرنے کا الزام عائد کر کے اسے تشدد کا نشانہ بنایا۔ شہریوں کا کہنا تھا کہ گزشتہ روز بھی انہی پولیس اہلکاروں نے بکرے لے جانے والے کئی لوگوں کو روک کر رشوت طلب کی تھی اور رشوت نہ دینے پر انہیں دھمکیاں دی تھیں۔ تشدد کی ویڈیو اور خبریں سوشل میڈیا پر نشر ہونے پر ایس ایس پی حیدرآباد نے واقعہ کا نوٹس لے کر انکوائری کا حکم دے دیا ہے۔

(لالہ عبدالحلیم)

فائرنگ سے ایڈیشنل اسسٹنٹ کمشنر جاں بحق، 2 زخمی

ٹانک ۔2 اگست 2018ء کو نامعلوم افراد کی فائرنگ سے ایڈیشنل اسسٹنٹ کمشنر ٹانک کرامت اللہ جاں بحق ہوگئے۔ ایڈیشنل اسسٹنٹ کمشنر کرامت اللہ اپنے گھر ڈیرہ اسماعیل خان سے ٹانک ڈیوٹی پر آرہے تھے کہ مرکزی بازار میں نامعلوم افراد نے ان کی گاڑی پر فائرنگ کردی، ایڈیشنل اسسٹنٹ کمشنر خود ہی گاڑی چلا رہے تھے جبکہ ان کے پاس سکیورٹی نہیں تھی جس کی وجہ سے وہ حملہ آوروں کا براہ راست نشانہ بنے اور شدید زخمی ہوگئے۔ واقعے کی اطلاع ملتے ہی سکیورٹی فورسز کی بھاری نفری جائے وقوعہ پر پہنچی اور ملزمان کی تلاش شروع کردی جبکہ ایڈیشنل اسسٹنٹ کمشنر کو شدید زخمی حالت میں ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال ٹانک منتقل کیا گیا جہاں وہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ گئے۔ عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ کرامت اللہ پر فائرنگ کرنے والے افراد کی تعداد 2 تھی جو موقع سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے، واقعے میں دو افراد زخمی بھی ہوئے ہیں۔

(روزنامہ آج)

پولیس فائرنگ سے ایک شخص جاں بحق

صوابی 13 اگست 2018ء کو صوابی میں منگل کی صبح سی ٹی ڈی اہلکاروں کی مبینہ فائرنگ سے جاں بحق ہونے والے ایئر فورس سے ریٹائرڈ اہلکار نور الحق کے قتل کے خلاف ہزاروں افراد نے امن چوک صوابی میں لاش رکھ کر احتجاج کیا اور جہانگیرہ مردان اور ٹوپی روڈ کو کئی گھنٹے تک مکمل طور پر بند رکھا۔ مظاہرین نے دھرنا بھی دیا۔ پولیس کی جانب سے ایف آئی آر درج نہ ہونے پر مظاہرین کا لاش کے ساتھ رات گئے تک احتجاج جاری رہا۔ اس موقع پر مظاہرین سے مقتول کے چچازاد بھائی ضلع کونسل کے رکن جہانزیب خان نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ایئر فورس سے ریٹائرڈ اہلکار نور الحق معمول کے مطابق اپنے گھر میں اہل خانہ کے ہمراہ سوئے تھے کہ اس دوران دوسرے علاقے سے نامعلوم سی ٹی ڈی اہلکاروں نے گھر کی دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہو کر بیوی بچوں کے سامنے مبینہ طور پر ان کو قتل کردیا اور لاش بوری میں بند کردی۔ اس کا علم ہمیں فائرنگ سے زخمی اہلکار کے ساتھ مقتول کی لاش ہسپتال لانے پر ہوا۔ اس دوران مقامی پولیس بھی بے خبر رہی۔ سہ پہر نماز ظہر کے بعد دو بجے جنازہ ادا کرنے کے بعد عوام نے امن چوک صوابی میں مقتول نور الحق کی لاش رکھ کر احتجاجی مظاہرہ کر کے روڈ کو بند رکھا ۔مظاہرین کا کہنا تھا کہ نور الحق کسی بھی مقدمے ملوث نہیں تھا لیکن اس کے باوجود ماروائے عدالت قتل کیا گیا۔

(روزنامہ آج)

شہری کو حبس بیجا میں رکھنے پر ایس ایچ او کے خلاف مقدمہ درج

کوہاٹ 10 اگست 2018ء کو کوہاٹ میں شہری کو مبینہ طور پر حبس بے جا میں رکھنے کی پاداش میں ایس ایچ او تھانہ سٹی محمد وقاص کے خلاف سیشن جج کے حکم پر تھانہ سٹی میں مقدمہ درج کرلیا گیا۔ ایس ایچ او کی گرفتاری تاحال عمل میں نہ آسکی۔ کوہاٹ کے شہری علاقہ حافظ آباد کے رہائشی گل عجب خان نے ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کوہاٹ محمد شعیب کی عدالت میں دائر درخواست میں موقف اختیار کیا تھا کہ تھانہ سٹی کے ایس ایچ او محمد وقاص نے انہیں اور ان کے بھتیجے واجد خان کو غیر قانونی طور پر حوالات میں بند کر کے دو روز تک حبس بے جا میں رکھا۔

(روزنامہ آج)

جیل میں سلائی سینٹر کا قیال عمل میں آ گیا

حیدرآباد ویمن ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ لیگل ایڈ اور کمیٹی فار دی ویلفیئر آف پرزنرز کی جانب سے ویمن جیل حیدرآباد میں سلائی سینٹر کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا افتتاح ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج حیدرآباد عبدالغنی سومرو اور ویمن جیل کی سپرنٹنڈنٹ عابدہ سمیع عباسی نے کیا۔ اس موقع پر لیگل ایڈ اور لیگل ایڈ سوسائٹی کے ممبران بھی موجود تھے۔ افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج نے کہا کہ سلائی سینٹر کا قیام خواتین کا مستقبل بہتر بنانے کے لیے اہم قدم ہے اور اس میں حیدرآباد جیل خانہ جات کی انتظامیہ کا تعاون بھی شامل ہے، انہوں نے کہا کہ سلائی سینٹر کا قیام جسٹس ناصر اسلم زاہد کی محنت کا نتیجہ ہے اور لیگل ایڈ نے اس بات کو اچھی طرح سمجھا کہ سلائی سینٹر کا قیام جیل میں موجود قیدی عورتوں کے لیے بہت ضروری ہے کیونکہ اس کے ذریعے وہ جیل میں رہتے ہوئے اور رہائی پانے کے بعد معاشرے میں اچھی زندگی گزار سکتی ہیں، لیگل ایڈ کے انچارج عبداللہ ایڈووکیٹ، ویمن ڈویلپمنٹ ڈپارٹمنٹ کی ریشماں تھیو اور لیگل ایڈ کے رہنما دانش احمد سومرو نے بھی خطاب کیا۔

(حیدرآباد)

خودکشی کے واقعات

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہد حق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی گئی رپورٹوں کے مطابق 26 جون سے 25 جولائی تک کے دوران ملک بھر میں 107 افراد نے خودکشی کی۔ خودکشی کرنے والوں میں 32 خواتین شامل تھیں۔ اسی عرصہ کے دوران 35 افراد نے خودکشی کرنے کی کوشش کی جنھیں بروقت طبی امداد دے کر بچا لیا گیا۔ اقدام خودکشی کرنے والوں میں 17 خواتین شامل ہیں۔ اعداد وشمار کے مطابق خودکشی کرنے والوں میں 62 افراد نے گھریلو جھگڑوں ومسائل سے تنگ آکر اور 5 نے معاشی تنگدستی سے مجبور ہوکر خودکشی کی۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج / نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن / اخبار
26جون	جواد	مرد	35برس	-	-	خودکو گولی مارکر	لاہور	-	مشرق
26جون	شان	مرد	25برس	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	لاہور	-	مشرق
26جون	سعید	مرد	75برس	-	گھریلو جھگڑا	خودکو جلاکر	رائیونڈ، لاہور	-	مشرق
26جون	-	مرد	50برس	-	گھریلو جھگڑا	-	بادامی باغ، لاہور	-	مشرق
26جون	رشید احمد	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	گوجرانوالہ	-	ایکسپریس ٹریبون
27جون	فاخرہ بی بی	خاتون	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	حافظ آباد	-	جنگ
27جون	-	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	سرگودھا	-	دی نیوز
27جون	رافعہ بی بی	خاتون	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیصل آباد	-	ایکسپریس ٹریبون
27جون	زاہد بھٹی	مرد	28برس	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	کراچی	-	ڈان کراچی
27جون	-	مرد	42برس	-	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	گلستان جوہر، کراچی	-	ایکسپریس
27جون	-	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکو زخمی کرکے	شیخوپورہ	-	نئی بات
27جون	افتخار احمد	مرد	-	شادی شدہ	-	خودکو گولی مارکر	ظفروال، حافظ آباد	-	جنگ
27جون	عباس علی	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	ہزارہ ٹاؤن، کوئٹہ	-	ایکسپریس ٹریبون
28جون	فائزہ	خاتون	16برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیصل آباد	-	نوائے وقت
28جون	پروین بی بی	خاتون	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گگومنڈی	-	نوائے وقت
28جون	علی	مرد	-	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	کامونکی	-	نوائے وقت
28جون	-	مرد	22برس	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	اٹھارہ ہزاری، جھنگ	-	نوائے وقت
28جون	-	خاتون	16برس	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	کامونکی	-	جنگ
28جون	نذر محمد	مرد	30برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہر میں کودکر	اوکاڑہ	-	جنگ
28جون	-	خاتون	-	غیر شادی شدہ	-	-	لاہور	-	جنگ
28جون	-	خاتون	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوجرہ	-	جنگ
28جون	علی	مرد	-	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	فیصل آباد	-	نوائے وقت
28جون	-	مرد	20برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گل میرہ لوندخوڑ، مردان	درج	ایکسپریس
29جون	شاہین بی بی	خاتون	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہر میں کودکر	پاکپتن	-	دنیا
29جون	حماد	مرد	26برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کوٹ لکھپت، لاہور	-	ڈان
29جون	انجم شاہ	مرد	22برس	-	-	پھندالےکر	لاہور	-	ڈان
29جون	مریم بی بی	خاتون	-	-	گھریلو جھگڑا	-	کوئٹہ	-	ایکسپریس ٹریبون
29جون	گل زیبا	خاتون	-	شادی شدہ	-	خودکو گولی مارکر	سنگاھوں کاٹلنگ، مردان	درج	آج
29جون	حماد	مرد	26برس	-	-	زہرخورانی	ملت کالونی، لاہور	-	جنگ
29جون	عظمیٰ	خاتون	14برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	فیصل ٹاؤن، لاہور	-	جنگ
30جون	زاہد حسین	مرد	16برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	شموزئی بریکوٹ، سوات	درج	ایکسپریس
یکم جولائی	ملائکہ بی بی	خاتون	-	-	گھریلو جھگڑا	دریا میں کودکر	گاؤں ریری، چترال	درج	آج
یکم جولائی	احسان الٰہی	مرد	23برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	لاہور	-	نوائے وقت

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
یکم جولائی	محمد رضوان	مرد	15برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	پاکپتن	-	ایکسپریس
یکم جولائی	مدثر	مرد	-	-	-	زہر خورانی	کھیانوالہ	-	دنیا
2جولائی	اعجاز	مرد	40برس	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	نواحی چک 204رب،فیصل آباد	-	نوائے وقت
2جولائی	نوید	مرد	20برس	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	سہراب موڑ کھنڈ،ننکانہ	-	نوائے وقت
2جولائی	کوثر بی بی	خاتون	18برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	سرائے مغل،قصور	-	نوائے وقت
2جولائی	رخشندہ	خاتون	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	کوٹ رادھا کشن،قصور	-	نوائے وقت
2جولائی	-	مرد	20برس	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	لاہور	-	دی نیوز
2جولائی	کوثر	خاتون	18برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	سرائے مغل،قصور	-	نئی بات
2جولائی	اعجاز احمد	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	فیصل آباد	-	دی نیوز
2جولائی	فرمان علی	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	فیصل آباد	-	دی نیوز
2جولائی	مبشر احمد	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	فیصل آباد	-	دی نیوز
3جولائی	محمد عامر	مرد	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	قاضی کلے،پشاور	درج	ایکسپریس
3جولائی	تنویر	مرد	60برس	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	سلامت پورہ،کامونکی	-	جنگ
3جولائی	محمد عامر	مرد	-	غیر شادی شدہ	-	خودکو گولی مارکر	پشاور	-	ایکسپریس
4جولائی	-	خاتون	40برس	شادی شدہ	-	نہر میں کودکر	قصور	-	دنیا
4جولائی	اظہار	مرد	-	غیر شادی شدہ	میٹرک میں فیل ہونے پر	زہر خورانی	چکدرہ راموڑہ،دیرلوئر	درج	آج
4جولائی	-	مرد	50برس	-	-	نہر میں کودکر	چھانگا مانگا،قصور	-	جنگ
4جولائی	-	خاتون	-	-	گھریلو جھگڑا	نہر میں کودکر	گوجرہ،ٹوبہ ٹیک سنگھ	-	جنگ
4جولائی	اظہار	مرد	-	-	-	زہر خورانی	چکدرہ،پشاو	-	آج
6جولائی	مصدق	مرد	-	-	-	خودکو گولی مارکر	گرین ٹاؤن،لاہور	-	جنگ
6جولائی	اسلم	مرد	40برس	-	گھریلو جھگڑا	-	جڑانوالہ	-	جنگ
6جولائی	سدرہ	خاتون	17برس	-	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	شادمان،شاہ کوٹ	-	جنگ
6جولائی	ماریہ علی	خاتون	23برس	-	-	-	بھٹہ کالونی،رحیم یارخان	-	جنگ
6جولائی	عمر	مرد	38برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	دی مال،لاہور	-	ایکسپریس
6جولائی	-	بچی	13برس	غیر شادی شدہ	-	زہر خورانی	شیخوپورہ	-	ایکسپریس
6جولائی	سدرہ	خاتون	15برس	غیر شادی شدہ	-	پھندا لے کر	شاہ کوٹ	-	نوائے وقت
6جولائی	محمد اسلم	مرد	40برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	جڑانوالہ	-	نوائے وقت
7جولائی	انعم	خاتون	18برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو آگ لگاکر	سادات کالونی،چوہنگ	-	جنگ
7جولائی	خاور	مرد	32برس	-	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	اچھرہ،لاہور	-	جنگ
7جولائی	نیلم	خاتون	32برس	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	-	سبزہ زار،لاہور	-	دنیا
7جولائی	رحمت علی	مرد	45برس	-	-	زہر خورانی	کینواجی کالونی،چشتیاں	-	جنگ
7جولائی	-	خاتون	40برس	-	-	-	فرید آباد،حیدر آباد	-	کاوش
8جولائی	امتیاز	مرد	35برس	شادی شدہ	ذہنی معذوری	خودکو گولی مارکر	پھولنگر،قصور	-	جنگ
8جولائی	افتخار	مرد	28برس	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	چک 39 گ ب،شیخوپورہ	-	جنگ
8جولائی	سدرہ بی بی	خاتون	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	جی ٹی روڈ،شیخوپورہ	-	جنگ
8جولائی	عبدالغنی	مرد	18برس	غیر شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	پھندا لے کر	قمبر،شہدادکوٹ	-	کاوش
8جولائی	عبدالشکور	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گوٹھ پناہ شاہ،حیدر آباد	-	کاوش

تاریخ	نام	جنس		وجہ		کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/
9جولائی	بلال سعید	مرد	25برس	ـ	ـ	خودکو گولی مارکر	رائیونڈ، لاہور	ـ	دی نیوز
9جولائی	احمد حسین	مرد	22برس	ـ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	بادامی باغ، لاہور	ـ	جنگ
9جولائی	ندیم	مرد	22برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیصل آباد	ـ	نوائے وقت
9جولائی	نیاز گل	مرد	ـ	شادی شدہ	ـ	خودکو گولی مارکر	پشاور	ـ	ڈان
9جولائی	احمد علی	مرد	21برس	غیرشادی شدہ	ـ	ٹرین تلے آکر	مجاہد پور، گوجرانوالہ	ـ	ڈیلی ٹائمز
9جولائی	ـ	مرد	ـ	ـ	ـ	پھندا لے کر	جام شورو	ـ	کاوش
10جولائی	راج بائی	خاتون	17برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	اسلام کوٹ، تھرپارکر	ـ	کاوش
10جولائی	میران	مرد	20برس	ـ	ـ	پھندا لے کر	گوٹھ گہرام، ٹنڈو محمد خان	ـ	کاوش
10جولائی	ـ	خاتون	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ڈسکہ	ـ	ایکسپریس ٹریبون
10جولائی	عمر حیات	مرد	ـ	ـ	ذہنی معذوری	خودکو گولی مارکر	بادامی باغ، لاہور	ـ	ایکسپریس ٹریبون
10جولائی	محمد کامران	مرد	26برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	قصور	ـ	نوائے وقت
11جولائی	ـ	مرد	30برس	ـ	ـ	زہرخورانی	ملتان چونگی، لاہور	ـ	دی نیشن
11جولائی	ـ	مرد	ـ	ـ	ـ	چھت سے کودکر	ملتان	ـ	دی نیشن
11جولائی	مجاہد	مر	ـ	ـ	ـ	پل سے کودکر	سبزہ زار، لاہور	ـ	جنگ
11جولائی	محمد عمران	مرد	24برس	ـ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	لاہور	ـ	جنگ
12جولائی	رحمٰن گل	مرد	22برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	احمد خیل انقلاب، پشاور	درج	آج
12جولائی	ہاشم خان	مرد	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	کاٹلنگ، مردان	درج	آج
12جولائی	عیسیٰ خان	مرد	34برس	شادی شدہ	بے روزگاری سے تنگ آکر	دریا میں کودکر	گرم چشمہ، چترال	درج	آج
13جولائی	اسامہ	مرد	ـ	غیرشادی شدہ	ـ	خودکو گولی مارکر	تہکال پایان، پشاور	درج	ایکسپریس
13جولائی	مدثیہ بی بی	خاتون	16برس	غیرشادی شدہ	ـ	پھندا ڈال کر	کرم گڑھی، ممند خیل، بنوں	درج	آج
13جولائی	ـ	خاتون	ـ	ـ	ـ	ٹرین تلے آکر	گکھر منڈی	ـ	جنگ
13جولائی	اکبر	مر	ـ	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	وہرخورانی	اوکاڑہ	ـ	ایکسپریس
17جولائی	ابرار	مرد	21برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	فقیر کلی، مردان	درج	آج
17جولائی	عابد	مرد	28برس	ـ	ـ	پھندا لے کر	ماڈل ٹاؤن، لاہور	ـ	ڈان
18جولائی	امتیاز احمد	مرد	ـ	ـ	کام سے چھٹی نہ ملنے پر	خودکو گولی مارکر	لاہور	ـ	نیشن
18جولائی	عمر سعد	مرد	62برس	شادی شدہ	غربت سے تنگ آکر	چھت سے کودکر	پشاور	درج	آج
19جولائی	حبیب	مرد	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوجرانوالہ	ـ	نوائے وقت
20جولائی	آسیہ	خاتون	16برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	لاہور	ـ	دی نیوز
21جولائی	کامل	مرد	24برس	ـ	ذہنی معذوری	پھندا ڈال کر	وزیر باغ یکہ توت، پشاور	درج	ایکسپریس
22جولائی	طفیل احمد	مرد	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	اکوڑہ خٹک، نوشہرہ۔	درج	مشرق
22جولائی	مرزا محمد احمد	مرد	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	ـ	فیصل آباد	ـ	ڈان
23جولائی	عبدالعزیز	مرد	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چیت پٹ چکدرہ، دیرلوئر	درج	آج
24جولائی	راشد	مرد	50برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	لاہور	ـ	جنگ
24جولائی	عدنان	مرد	15برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	الہ آباد، قصور	ـ	دنیا
25جولائی	نازیہ	خاتون	ـ	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	زہرخورانی	اوکاڑہ	ـ	دی نیوز
25جولائی	شفیع	مرد	50برس	شادی شدہ	ـ	زہرخورانی	نشتر کالونی، لاہور	ـ	مشرق

تاریخ	نام	جنس	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/

اقدام خودکشی

26جون	آفتاب	مرد	-	-	-	-	ڈسکہ	-	دی نیوز
26جون	پپو	مرد		-	گھریلو جھگڑا	خودکوزخمی کرکے	شیخوپورہ	-	ایکسپریس
26جون	دوشیزہ	خاتون	16برس	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	کامونکی	-	جنگ
26جون	نذرمحمد	مرد	30برس	-	-	نہر میں کودکر	اوکاڑہ	-	جنگ
2جولائی	بشیراحمد رحمانی	مرد	-	-	-	خودکوزخمی کرکے	الہ آباد،قصور	-	جنگ
2جولائی	دلربا	بچی	13برس	-	-	خودکوگولی مارکر	بنوں	-	ایکسپریس
3جولائی	-	خاتون	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	نہر میں کودکر	مظفرگڑھ	-	نوائے وقت
8جولائی	انوربی بی	خاتون	60برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوجلاکر	قصور	-	نئی بات
8جولائی	امتیاز	مرد	-	-	ذہنی معذوری	خودکوگولی مارکر	بھائی پھیرو	-	جنگ
8جولائی	انوربی بی	خاتون	45برس	-	گھریلو جھگڑےک	خودکوجلاکر	پتوکی	-	جنگ
8جولائی	فیصل	مرد	-	-	بیروزگاری سے دلبرداشتہ ہوکر	زہرخورانی	ڈسکہ	-	دی نیوز
9جولائی	یوسف	مرد	23برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	گوجرانوالہ	-	ڈیلی ٹائمز
11جولائی	سویرا	خاتون	-	شادی شدہ	-	-	ٹنڈوآدم،سانگھڑ	-	کاوش
12جولائی	شاہین بی بی	خاتون	20برس	غیرشادی شدہ	-	زہرخورانی	رحیم یارخان	-	دنیا
12جولائی	کونجاں مائی	خاتون	-	-	-	زہرخورانی	رحیم یارخان	-	دنیا
12جولائی	عشرت بی بی	خاتون	-	-	-	زہرخورانی	رحیم یارخان	-	دنیا
12جولائی	شازیہ	خاتون	-	-	-	زہرخورانی	رحیم یارخان	-	دنیا
12جولائی	یاسمین	خاتون	-	-	-	زہرخورانی	رحیم یارخان	-	دنیا
12جولائی	محمد ناصر	مرد	-	-	-	زہرخورانی	رحیم یارخان	-	دنیا
12جولائی	غلام رسول	مرد	-	-	-	زہرخورانی	رحیم یارخان	-	دنیا
12جولائی	پروین	خاتون	30برس	-	-	زہرخورانی	فیصل اباد	-	دنیا
12جولائی	کلثوم	خاتون	35برس	-	-	زہرخورانی	اسلام آباد	-	دنیا
12جولائی	محمد حسین	مرد	19برس	-	-	زہرخورانی	سمندری	-	دنیا
12جولائی	شہباز	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	جڑانوالہ	-	دنیا
12جولائی	شعیب	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	صابری چوک، چک 384 گ ب،فیصل آباد	-	دنیا
16جولائی	-	مرد	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سیالکوٹ	-	جنگ
16جولائی	ندیم	مرد	50برس	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	سیالکوٹ	-	جنگ
16جولائی	رابعہ	خاتون	25برس	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	ساہیوال	-	نوائے وقت
16جولائی	خالدہ	خاتون	35برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ساہیوال	-	نوائے وقت
16جولائی	صدام حسین	مرد	25برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ساہیوال	-	نوائے وقت
16جولائی	-	مرد	34برس	-	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	-	چترال	-	پاکستان
20جولائی	فرزانہ	خاتون	45برس	-	-	نہر میں کودکر	گوجرانوالہ	-	ڈیلی ٹائمز
24جولائی	عدنان	مرد	15برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	الہ آباد،قصور	-	دنیا
25جولائی	نازیہ	خاتون	-	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	زہرخورانی	اوکاڑہ	-	دی نیوز
25جولائی	شفیع	مرد	50برس	شادی شدہ	-	زہرخورانی	نشترکالونی،لاہور	-	مشرق

جب تعیناتی سے قبل چیف جسٹس سے بطور ضمانت استعفیٰ مانگا گیا

فاروق عالم انصاری

جسٹس فخر النسا مجھے چہرے بشرے سے پہلے ہی ملتان سے زیادہ گوجرانوالہ کی رہنے والی لگتی تھیں۔ ان کی تازہ کتاب ''وکالت عدالت اور ایوان تک'' میں لکھے ہوئے ایک واقعہ نے میرے اس شبے کو مزید تقویت پہنچائی ہے۔ ان دنوں جسٹس فخر النسا یونیورسٹی لاء کالج لاہور میں پڑھتی تھیں اور فرح بی بی کہلواتی تھیں۔ ایک شام گراؤنڈ سے کھیل کر ہاسٹل پہنچیں تو بھوک سے نڈھال ہو رہی تھیں۔ کھانے کی انچارج اماں جی کو گوشت بھونتے دیکھا تو نہ رہ سکیں۔ اس کی طرف بڑھیں۔ دو روٹیاں اٹھا کر اس سے تھوڑا سا مصالحہ مانگا۔ اماں جی تو جیسے پہلے ہی کسی ایسے موقع کی تاڑ میں تھیں۔'' لگی ڈانٹنے۔ فرح بی بی تم ہی سب سے زیادہ شوربے کے پتلا ہونے کی شاکی رہتی ہو۔ میں تمہیں کوئی مصالحہ ہرگز نہیں دوں گی''۔ یہ صاف جواب سن کر فرح بی بی نے چنگیر سے دو روٹیاں اور اٹھالیں۔ ان چاروں کا ایک گولا سا بنایا اور اسے گوشت والی دیگ میں پھینک دیا۔ اماں جی نے جیسے ہی کفگیر ہلایا۔ یہ چاروں روٹیاں مصالحہ سے لت پت ہو گئیں۔ اماں جی نے غصے میں یہ چاروں روٹیاں دیگ سے نکال کر باہر رکھ دیں۔ فرح بی بی نے انہیں جھٹ سے اٹھایا اور خوب مزے لے کر کھانے لگیں۔

میں اپنے گھر میں کھانے کی ٹیبل پر یہ واقعہ سنا رہا تھا کہ میرا کم خور بیٹا بیرسٹر وقاص فاروق بول اٹھا۔'' آپ کا ہمیشہ کھانے پینے کی طرف ہی دھیان رہتا ہے۔ جسٹس صاحبہ کی پوری کتاب میں سے آپ کو یہی ایک واقعہ میسر آیا ہے''؟ میں نے نہیں کہہ کر اپنی بات جاری رکھی۔ جسٹس فخر النسا ملتان بار ایسوسی ایشن کی پہلی خاتون ممبر ہیں۔ اب کیا انہیں نڈر اور بہادر لکھنا بھی ضروری ہے؟ کسی بار ایسوسی ایشن کے فل مردانہ سے ماحول میں کسی پہلی خاتون کا جرات، بہادری اور کردار کے بغیر داخلہ ہی ممکن نہیں۔ آج کا پسماندہ صوبہ بلوچستان روشن خیالی میں ہمارے خاصے ترقی یافتہ صوبے پنجاب سے آگے نکل گیا ہے۔ وہاں پچھلے ہی دنوں جسٹس طاہرہ صفدر بلوچستان ہائیکورٹ کی پہلی خاتون چیف جسٹس ہو گئی ہیں۔ ورنہ جسٹس فخر النسا پنجاب میں پہلی خاتون چیف جسٹس ہو سکتی تھیں۔ لیکن انہیں نہیں ہونے دیا گیا۔ یہ واقعہ بھی جسٹس فخر النسا نے پوری تفصیل سے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔

جسٹس فخر النسا کے مطابق چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ فلک شیر کی ریٹائرمنٹ قریب تھی کہ کچھ سینئر جج سپریم کورٹ بھجوا دیئے گئے۔ اس طرح سنیارٹی لسٹ میں جسٹس فخر النسا کا نام دوسرے نمبر پر آ گیا۔ اب جسٹس فخر النسا کا لاہور ہائیکورٹ کی پہلی خاتون چیف جسٹس ہونے کا امکان پیدا ہو گیا تھا۔ قانونی حلقوں میں یہ بات عام ڈسکس ہونے لگی۔ اخبارات میں تجزیے شائع ہونے لگے کہ اب جسٹس فخر النسا آئینی شقوں اور سنیارٹی کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے چیف جسٹس مقرر ہو سکتی ہیں۔ کسی خاتون کا کسی صوبے کی ہائیکورٹ کا چیف جسٹس مقرر ہونا کچھ کم اہم بات نہ تھی۔ جسٹس فخر النسا کے دوست احباب اور مداح انہیں اس عزت پر مبارک دینے لگے۔ پھر یہ زمانہ بھی صدر پرویز مشرف کا تھا، جو خواتین کے حقوق کے بڑے علمبردار بنے پھرتے تھے۔

جسٹس فخر النسا کا لاہور ہائیکورٹ کی پہلی خاتون چیف جسٹس ہونے کا امکان پیدا ہو گیا تھا۔ قانونی حلقوں میں یہ بات عام ڈسکس ہونے لگی۔ اخبارات میں تجزیے شائع ہونے لگے کہ اب جسٹس فخر النسا آئینی شقوں اور سنیارٹی کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے چیف جسٹس مقرر ہو سکتی ہیں۔ کسی خاتون کا کسی صوبے کی ہائیکورٹ کا چیف جسٹس مقرر ہونا کچھ کم اہم بات نہ تھی۔ جسٹس فخر النسا کے دوست احباب اور مداح انہیں اس عزت پر مبارک دینے لگے۔ پھر یہ زمانہ بھی صدر پرویز مشرف کا تھا، جو خواتین کے حقوق کے بڑے علمبردار بنے پھرتے تھے۔

لیکن ایک بات اور بھی تو تھی جو جسٹس فخر النسا نے اپنی کتاب میں لکھی ہے۔ جسٹس فخر النسا کے قانون انصاف اور بنیادی حقوق پر فیصلوں کو دیکھتے ہوئے ان کی عدالت میں کوئی آئینی کیس نہیں بھجوایا جاتا تھا۔ ان کی عدالت میں صرف سول، فوجداری اور فیملی مقدمے ہی بھجوائے جاتے تھے۔ اب صدر پرویز مشرف کیلئے انہیں نظر انداز کرنا بہت مشکل ہو رہا تھا۔ ایک شام ایک صاحب جسٹس فخر النسا کے گھر آئے اور کہنے لگے کہ آپ کے لئے ایک پیغام لایا ہوں۔ آپ اپنی مرضی سے فیصلے کرتی ہیں۔ آپ محترمہ بینظیر بھٹو کے بھی خاصی قریب رہی ہیں۔ حکومت چاہتی ہے کہ آپ تحریری طور پر واضح کر دیں کہ جو فیصلہ ہم آپ کو لکھوا کر بھجوائیں گے، آپ من و عن اس پر عمل کریں گے اور اپنا استعفیٰ گارنٹی کے طور پر ہمیں دیں گی۔

جسٹس فخر النسا لکھتی ہیں۔ مجھے یہ سن کر غصہ بھی بہت آیا اور حیرت بھی بہت ہوئی۔ میں نے اس سے پوچھا کیا پہلے بھی کسی حکومت نے کبھی چیف جسٹس کو تعینات کرنے سے پہلے اس سے گارنٹی کے طور پر استعفیٰ طلب کیا ہے یا پھر اسے پہلے سے لکھے ہوئے فیصلوں پر دستخط کرنے کی گارنٹی مانگی ہے؟ جو بات آپ کر رہے ہیں یہ بات توہین عدالت کے زمرہ میں آتی ہے اور اس جرم میں آپ کو گرفتار بھی کروایا جا سکتا ہے۔ بہر حال انہیں تنبیہ کر کے رخصت کر دیا گیا۔ یہ صاحب کون تھے؟ ان کا اتا پتہ اور حدود اربعہ محترمہ نے بھی نہیں لکھا۔ بہر حال جسٹس فخر النسا یہ بات بخوبی سمجھ گئیں کہ حکومت ان کی بجائے اپنا کوئی کٹھ پتلی چیف جسٹس مقرر کرنا چاہتی ہے۔

پھر اس سارے معاملے کا ڈراپ سین یوں ہوتا ہے۔ ایک دن جسٹس افتخار حسین چوہدری، جسٹس فخر النسا کی کورٹ کے ریٹائرنگ روم میں آتے ہیں اور جسٹس فخر النسا کو بتاتے ہیں کہ میں چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ بن رہا ہوں۔ اس مرحلہ پر اس بہادر خاتون جج نے انہیں صاف صاف بتا دیا کہ آپ سنیارٹی کے لحاظ سے مجھ سے جونیئر ہیں۔ میں اس غیر آئینی تقرری کو چیلنج ضرور کروں گی۔ مجھے اپنی یادداشت سے ایک اور واقعہ بھی یاد آ رہا ہے۔ یہ واقعہ جسٹس جاوید اقبال نے اپنی کتاب ''اپنا گریباں چاک'' میں لکھا ہے۔ دونوں واقعات میں مماثلت یہ ہے کہ دونوں کے ذائقے بہت ملتے جلتے ہیں۔

اپنی الماری سے جسٹس جاوید اقبال کی کتاب نکال کر میں یہ واقعہ ہو بہو ان کے لفظوں میں لکھ رہا ہوں۔'' اسی طرح کوئی فوجی کرنل کسی فوجداری مقدمے میں ملوث تھا۔ معاملہ جسٹس شمیم حسین قادری صاحب کے سامنے پیش تھا۔ انہوں نے شاید فوجی کرنل کو برا بھلا کہا کہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ جس پر بھٹو نے چیف جسٹس سردار اقبال کو اسلام آباد طلب کر لیا اور ہدایت کی کہ اپنے جج صاحبان کو سنبھالئے۔ ''ہم ابھی جنگل سے باہر نہیں نکلے''۔ سردار اقبال نے جسٹس شمیم حسین قادری کو بھٹو کا پیغام پہنچا دیا۔ جسٹس شمیم حسین قادری اتنے خوفزدہ ہوئے کہ معافی تلافی کی غرض سے کمانڈر انچیف جنرل ٹکا خاں تک جا پہنچے اور شاید ان کی درازی عمر کیلئے بکرے کی قربانی بھی دی''۔ یہ ہماری عدالتی تصویر کے خدوخال ہیں۔ یورپ آج کی مہذب دنیا میں ایک لمبے سفر کے بعد پہنچا ہے۔ چلتے چلتے ہم بھی آخر کار پہنچ جائیں گے۔ مایوسی کفر ہے۔ لمبی ہے غم کی شام مگر شام ہی تو ہے۔ بہت اچھے دن آگے آنے والے ہیں۔ ہمیں پر امید رہنا چاہئے۔

(بشکریہ: ہم سب)